إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰئِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا
صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا (قرآن)

مَنْ صَلّٰى عَلَيَّ وَاحِدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ عَشْرًا (حدیث)

بہار شرحِ جمالِ تو دادہ در ہر فصل — بہشت ذکرِ جمیلِ تو کردہ در ہر باب

١٣٢١ھ

ذکر جمیل

از تالیف منیف فاضل جلیل و حبر نبیل فارس میادین قلم رانی
جناب مولانا محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی رئیس بھیکم پور
حرسہا اللہ عن شرور الدہور

باہتمام مالا کلام محمد مقتدیٰ خاں شروانی
بار ثانی
در مطبع انسٹی ٹیوٹ واقع علی گڑھ طبع گشتہ ١٩١٦ء

جمال ادائی حاصل شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حمد کے قابل وہ ذات واحد ہی جسمیں کل کمال جمع ہیں اور جس سے تمام نقص رفع جس کی شان سب سے زیادہ رفیع ہی اور جس کی رحمت ہر چیز سے زیادہ وسیع جس کے کرم پر سب عاجزوں کا سہارا ہی اور جسکے لطف پر سارے بیکسوں کا آسرا اُسکا فضل بیجانوں کی جان ناتوانوں کے لئے تاب و تواں۔ اُس کی رحمت ناامیدوں کی اُمید۔ مایوسوں کے واسطے نوید وہ سب کے ساتھ اور سب سے بے نیاز اُسکے رحم و کرم پر گنہگاروں کو ناز۔ وہ عارفوں کا محبوب طالبوں کا مطلوب کاملوں کا مقصود عابدوں کا معبود ساجدوں کا مسجود۔ اور ہم سیہ کاروں کا ربّ ودود

حالی

کامل ہی جو ازل سے وہ ہی کمال تیرا
باقی ہی جو ابد تک وہ ہے جلال تیرا

ہی عارفوں کو حیرت اور منکروں کو سکتہ
ہر دل پہ چھا رہا ہے رُعب جمال تیرا

کاوش میں ہی آہی دُگدا ہیں ہے طبیعی	جو حل ہوا نہ ہوگا وہ ہے سوال تیرا
چھوٹے ہوئے ہیں گو جی پر دل بندھے ہوئے ہیں	ملنے سے بھی سوا ہے چھٹنا محال تیرا
گو حکم تیری لاکھوں یاں ٹالتے رہے ہیں	لیکن ٹلا نہ ہرگز دل سے خیال تیرا
پھندے سے تیرے کیونکر جائے نکل کے کوئی	پھیلا ہوا ہے ہر سو عالم میں جال تیرا
اُن کی نظر ہیں شوکت جچتی نہیں کسی کی	آنکھوں میں بس رہا ہے جن کی جلال تیرا
دل ہو کہ جان۔ تجھ سے کیونکر عزیز رکھیے؟	دل ہی سو چیز تیری جاں ہے سو مال تیرا
ہی پُور زال سے دل اُسکا قوی زیادہ	رکھتی ہے آسرا یاں جو پیر زال تیرا
ہی پاس دوستوں کے تیری یہی نشانی	یارب کبھی نہ پائے زخم اندمال تیرا

اور نعت کے لائق وہ سرورِ کائنات قدسی صفات ہیں جو وجود عالم کیلئے علت ہیں اور اہل عالم کے واسطے رحمت۔ جنھوں نے برگزیدہ اخلاق کو کامل کیا اور بندوں کو خالق عالم جل جلالہٗ سے واصل۔ وہ صراطِ مستقیم کے رہنما شافع روزِ جزا۔ ہم گنہگاروں کی نجات کا وسیلہ اور ہم سیہ کاروں کی بخشش کا ذریعہ۔ وہ سرورِ مرسلین خاتم نبیین سرتاج اصفیا سرگروہ اولیا۔

وہ نبیوں میں رحمت لقب پانے والا	مرادیں غریبوں کی بر لانے والا
مصیبت میں غیروں کے کام آنے والا	وہ اپنے پرائے کا غم کھانیوالا
فقیروں کا ملجا۔ ضعیفوں کا ماوا	یتیموں کا والی غلاموں کا مولا
یا ملکی الصفات یا بشری القویٰ	فیک دلیل علی انک خیر الوریٰ

تجھسے ہوئی زندہ خلق جیسے کہ اَبرِ نیساں خاک
خُلقتَ حسب الزماں بیشک مہیا ہوئے

دعوی روشن ترا ثابت ہے بے بینہ
صورت و سیرت تری صدق پر تیری گوا

قال ترا اور حال نشۂ وحدت میں چور
اوڑھنا تیرا خدا اور بچھونا خدا

شان رسالت کی تھی تیری جبیں سے عیاں
گود سے دایہ ابھی کر نہ چکی تھی جُدا

گلہ بنی سعد کا جبکہ چراتا تھا تو
گلۂ آدم تجھے سونپ چکی تھی قضا

غیب سے بھیجا تجھے ٹاپتا پھرتا تھا جب
دشت میں بھٹکا ہوا قافلہ بے رہنما

اُٹھا ہدایت کو تو عین ضرورت کے وقت
جیسے کہ ہنگام قحط قبلے سے اُٹھی گھٹا

دوڑ پڑے سوی حق کاٹ کے سب بیڑیاں
اُمیّوں کے جب پڑی کان میں تیری صدا

راہب و قسیس و حبر رہ گئے دل تھام کر
دیکھ کے تیرا قدم ہمقدم انبیا

خاک تھی جس ملک کی مزرع شر و فساد
تو نے اُسی کو دیا ارضِ مقدس بنا

حُجّتِ حق کرچکا دین ترا جب تمام
پھر نہ کسی دین کا رنگ جہاں میں جما

تجھ پہ صلوٰۃ و سلام رب سماوات سے
روز و شب و صبح شام قدر یاں و حصے

اے حاضرینِ مجلس پاک اور اے سامعین ذکر شریف قبل اسکے کہ حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے حالات مبارک بیان ہوں تھوڑے سے اوصاف اس مجلس بابرکت اور حضرت سرورِ عالم کی ولادت باسعادت پر اظہار مسرّت کرنیکے بیان کرنا ضرور ہیں اور یہ بتلانا لازم ہی کہ ذکر شریف سننے کے کیا آداب ہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب فیوض الحرمین میں تحریر فرماتے ہیں کہ "مکہ معظمہ میں مجھکو اُس

محفل میلاد شریف میں حضوری کا شرف حاصل ہوا جو خاص مکان ولادت باسعادت میں منعقد تھی۔ مجھکو دفعتاً اُس بزم قدسی میں کچھ انوار نظر آئے۔ تامل کیا تو معلوم ہوا کہ وہ انوار اُن فرشتوں کے تھے جو ایسی مجالس پاک میں حاضر ہوا کرتے ہیں اور وہ انوار اُس رحمت الٰہی کے تھے جو ایسی نیک محفلوں کے حاضرین پر نازل ہوتی ہے۔" نیز شاہ صاحب ممدوح نے "درثمین" میں اپنے والد شاہ عبدالرحیم صاحب سے یہ روایت لکھی ہے کہ "میں ایام مولود شریف میں کھانا کیا کرتا تھا تاکہ اُسکی وجہ سے مجھکو حضور نبوی میں قربت حاصل ہو۔ ایک برس میرے پاس کچھ نہ تھا کہ کھانا پکواتا صرف بھُنے ہوئے چنے تھے وہی لوگوں کو تقسیم کردئے۔ اس کے بعد میں نے آنحضرت ؐ کو دیکھا کہ وہی چنے حضور کے روبرو رکھے ہیں اور چہرۂ مبارک فرطِ مسرت سے بشاش ہے۔" اے امتیان خیر البشر مولود شریف کیا ہے؟ حضرت ختم المرسلین رحمۃ للعالمین کے حالات طیبہ کا بیان۔ پس اے بھائیو جس محفل میں ایسی عالی مرتبہ ذات گرامی کا ذکر ہو اُس میں آنے والوں کو انتہا درجہ کا ادب پیش نظر رکھنا اور دلی توجہ سے ذکر مبارک سُننا واجب ہے ؎

بزم میلاد کا ادب ہے ضرور
ہے یہ دربارِ عام احمدؐ کا

حیف ہے اُن لوگوں کی حالت پر جن کو اس محفل شریف میں حضوری نصیب ہو اور پھر اُنکے دل دوسری طرف متوجہ اور ظاہری آداب تک سے بیخبر رہیں۔ نہ خاموش

ادب سے بیٹھیں نہ درود شریف پڑھیں۔ گھڑی گھڑی پہلو بدلیں اور دمبدم جنبش کریں اور اس مجلس بابرکت میں حاضر ہوکر بجائے سعادت کے شقاوت ساتھ لیجائیں۔ قاضی عیاض شفا میں فرماتے ہیں کہ "جب آپکا ذکر شریف کسی موقع پر ہو تو اہل ایمان پر اُس ذکر پاک کی تعظیم و تکریم اُسی طرح واجب ہی جیسے خود آپکی تعظیم و تکریم حالت حیات مبارک میں کیجاتی تھی"۔ اُنھوں نے ایک بزرگ کا یہ قول نقل فرمایا ہی کہ "جب کوئی مسلمان آپکا ذکر کرے یا سُنے تو اُس پر واجب ہی کہ نہایت عجز و ادب کو پیش نظر رکھے اور ہمہ تن سکون اور سکوت کے ساتھ اُسکی طرف متوجہ رہے اور ذکر شریف کی ہیبت مانے اور ایسی تعظیم کرے گویا خود حضرت سرور عالم کی حضوری میں حاضر ہی۔ وہ بزرگ فرماتے ہیں کہ ہمارے بزرگان دین کا یہی طریق تھا۔ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ صحابی جلیل القدر آپ کا ذکر کرنے میں اس قدر آداب ملحوظ رکھتے تھے کہ نام مبارک کا لینا تو بڑی بات ہی آپکا لقب خاص یعنی رسول اللہ بھی فرط ہیبت و تعظیم کی وجہ سے اُنکی زبان پر نہ آتا۔ ایک دفعہ اتفاقاً رسول اللہ کا لفظ اُنکی زبان سے نکل گیا اسکا اتنا صدمہ اُن کے قلب پر ہوا کہ بیقرار ہوگئے پسینہ پیشانی سے ٹپکنے لگا رگیں پھول گئیں اور آنکھیں اُبل آئیں۔ حضرت ابوبکر کے پروتے عبدالرحمن بن قاسم جب حضرت سرور کائنات کا ذکر فرماتے تو اُن پر اس قدر ہیبت طاری ہوتی کہ چہرہ زرد پڑجاتا اور زبان خشک ہوجاتی۔ حضرت زبیر کے پوتے حضرت عامر کا ذکر ہے کہ جب کوئی اُنکے سامنے حضرت سرور عالم کے حالات پاک بیان کرتا تو اتنے روتے

اتنے روتے کہ آنکھوں میں آنسوں باقی نہ رہتے۔ امام مالک کے حالات میں لکھا ہے کہ جب امام ممدوح حضرت سرورِ کائنات کا ذکر کرتے تو اُن کا رنگ فق ہو جاتا اور حالت ایسی زار و نزار ہو جاتی کہ ہمنشینوں کو رحم آنے لگتا۔ ایک روز کسی نے اسکی وجہ دریافت کی تو جواب دیا کہ اس معاملے میں جو برتاؤ میں نے اگلے بزرگوں کا دیکھا ہے اگر تم دیکھتے تو میری حالت تم کو عجیب نہ معلوم ہوتی۔ جب کوئی شخص امام ممدوح کے دروازے پر آتا اور اُن کو اطلاع ہوتی تو لونڈی کو بھیجکر دریافت کرتے کہ کیوں آئے ہو؟ اگر کوئی کام سوائے حدیث شریف سننے کے ہوتا تو معمولی طور پر اسکا انجام کر دیتے اور اگر وہ کہتا کہ حدیث شریف سننے آیا ہوں تو غسل فرماتے لباس عمدہ پہنتے خوشبو لگاتے اور عمامہ باندھتے غرض پر تکلف شکل میں باہر تشریف فرما ہوتے۔ باہر ایک چوکی بچھائی جاتی اُس پر آپ نہایت مودب بیٹھکر حدیث شریف کی روایت فرماتے اور جبتک روایت فرماتے رہتے برابر اگر سلگتا رہتا۔ ایک دفعہ امام مالک اسی شان سے روایت حدیث شریف میں مشغول تھے کہ اتفاق سے ایک بچھو نے کاٹنا شروع کیا جب وہ موذی ڈنک مارتا اذیت کی وجہ سے اُن کا رنگ زرد پڑجاتا انتہا یہ کہ سولہ مرتبہ کاٹا۔ مگر آفریں امام پاک کو کہ وہ اُسی طرح باادب بیٹھے حدیث روایت فرماتے رہے۔ بھائی مسلمانوں یہ تھا اگلے بزرگوں کا طریقۂ ادب اور سلف صالحین اس طرح ذکر شریف کی تعظیم فرماتے تھے۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو یہ اُنکی قوت ایمانی کا کرشمہ تھا ورنہ ہم بھی کلمہ آپ ہی کا پڑھتے اور

آپ ہی کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔ مگر چونکہ ہمارے ایمان ضعیف ہیں اور دین میں سستی آگئی ہی اسلئے نہ وہ تعظیم ہی اور نہ ویسا ادب آپکے ذکر شریف کا ایک ضروری ادب یہ بھی ہی کہ جب نام مبارک لیا جائے یا سُنا جائے تو درود شریف زبان پر جاری ہو۔ حدیث شریف میں آیا ہی کہ ایک مرتبہ حضرت سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ جبریل میرے پاس یہ خبر لائے ہیں کہ جس شخص کے سامنے میرا نام لیا جائے اور وہ اسکو سُنکر درود نہ پڑھے اور اسی حالت میں مرجائے تو وہ دوزخ کی آگ میں جھونکدیا جائیگا دوسری حدیث شریف میں ہی کہ جو شخص مجھ پر درود پڑھنا بھولا وہ جنّت کا راستہ بھول گیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعِتْرَتِہٖ بِعَدَدِ کُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّکَ اس مقام پر ایک ضروری نکتہ سننے اور سمجھنے کے قابل ہی اور جو شخص اپنے دل کی حالت کو ٹٹولیگا اُس پر اس نکتے کے معنی واضح اور ظاہر ہو جائیں گے۔ کسی کے ذکر کی تعظیم کرنا یا اُس کے ذکر کو عزیز و مرغوب جاننا اس پر منحصر ہی کہ اُس شخص کی یا چیز کی جس کا وہ ذکر ہی ہمارے دل میں عظمت یا محبت ہو جسکی محبت ہمارے دل میں ہو گی ناممکن ہے کہ اُس کا ذکر ہمارے سامنے ہو اور ہم بیتابی سے اُسکے سننے میں مصروف نہ ہو جائیں۔ جبتک وہ ذکر رہیگا ہم اُسی طرف متوجہ رہیں گے اور جب وہ ذکر کرنے والا چپ ہو جائیگا تو ہمارے دل میں یہ حسرت باقی رہیگی کہ کاش وہ کچھ اور دیر تک بیان کرتا اور ہم ذرا دیر اور سُنتے۔ جب یہ قاعدہ مسلّم ہو چکا تو بھائیو سمجھ لو کہ جس قدر ہم حضرت سرورِ عالم کا ذکر سننے میں اور اُسکی تعظیم

کرنے میں سرد ہیں اُسی قدر ہماری دلی محبت وعظمت میں کمی ہی اگر محبت نبوی ہمارے دل کو گرما رہی ہوتی تو ہماری محویت اور شوق کا اور ہی عالم ہوتا بھائیو یہ محبت کی کمی کوئی خفیف بات نہیں ہی۔ آپکی محبت بنیاد ہے ایمان اور اسلام کی اُس کی کمی میں ایمان کا خلل ہی۔ معاذ اللہ من ذالک۔ حضرت سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اُسوقت تک مومن ہو نہیں سکتا جبتک کہ میری محبت اُسکے دل میں بیٹے اور باپ اور سارے آدمیوں سے زیادہ نہ ہو۔ خداوند تعالےٰ قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہی۔ قُلْ اِنْ کَانَ اٰبَاۗءُكُمْ وَاَبْنَاۗءُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ یعنی کہدو (اے رسول) کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیبیاں اور تمہارے عزیز اور وہ مال جو تمنے جمع کئے ہیں اور وہ تجارت جسکے خسارے سے تم ڈرتے ہو اور وہ مکانات جو تم کو پیارے ہیں تمہارے نزدیک اللہ اور اُس کے رسول سے اور اُسکی راہ میں جہاد سے زیادہ محبوب ہیں تو ٹھہرے رہو یہاں تک کہ خدا اپنا حکم بھیجے۔" ذرا اس آیت اور حدیث کے معنی پر غور کیجیے اور سمجھیے کہ آپکی محبت کا کیا مرتبہ ہی اور اُسکی کمی کیسی خطرناک چیز ہی۔ آنحضرت کی خدمت میں ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ آپ کی محبت میرے دل میں ہر چیز سے زیادہ ہی مگر اپنے نفس کی

محبت ابھی تک آپکی محبت پر غالب پاتا ہوں۔ حضرت سرورِ عالم نے ارشاد فرمایا کہ "اے عمر جبتک میری محبت سب پر غالب نہیں ایمان کہاں"۔ حضرت عمر نے یہ ارشاد سُنا تو قلب میں ان الفاظ کی عظمت اور جلالت پیر گئی اُسیوقت دوبارہ عرض کی کہ یارسول اللہ قسم ہو اُس ذات پاک کی جس نے آپ پر قرآن نازل فرمایا ہو کہ اب آپ کی محبت اپنے نفس کی محبت پر بھی غالب پاتا ہوں۔ آپ نے ارشاد فرمایا "اب اے عمر (یعنی اب تم مومن کامل ہوئے)" ایک شخص نے حضرت سرورِ عالم سے سوال کیا کہ قیامت کب آئیگی؟ آپ نے پوچھا کہ تم نے قیامت کے لئے کیا سامان کرلیا ہے؟ سائل نے عرض کی کہ "یارسول اللہ میرے پاس کیا سامان ہو نہ بہت سی نمازوں کا توشہ ہو نہ روزے کا اور نہ صدقے کا۔ البتہ خدا اور اُس کے رسول کی محبت میرے دل میں ہو"۔ یہ سُنکر آپ نے فرمایا "انت مع من احببت" یعنی جسکی محبت تمہارے دل میں ہو تم اُس کے ساتھ ہوگے۔ اللہ اللہ اُس پاک مشرب خدا کے بندہ کا کیا اچھا توشہ تھا جس نے جنت میں حضور سرورِ عالم کی معیت کی بشارت دلوادی۔ اس سے بڑھکر اور کیا چاہیئے۔

چاہیئے اچھوں کو جتنا چاہیئے
اور وہ چاہیں تو پھر کیا چاہیئے

اس مقام پر ایک اور قاعدہ گزارش کیا جاتا ہے۔ دیکھا جاتا ہے کہ دنیا میں بلحاظ شوق و محبت کے انسانوں کے مختلف احوال ہیں کوئی کسی سے محبت رکھتا ہو اور کسی کو کسی چیز کا شوق ہو۔ کوئی علم دوست ہو کوئی شکار پسند۔ کسی کو کھانے کا شوق ہو تو

کسی کو کھانے کا۔ کوئی حسن صورت پر فریفتہ ہی تو کوئی حسن سیرت پر غرض ہزاروں شوق ہیں اور ہزاروں لغتیں مگر ان سب کا دارومدار صرف ایک چیز پر ہے۔ وہ کیا؟ مناسبت طبیعت۔ جب کسی کی طبیعت کسی سے مناسبت کھا جاتی ہی تو اُس کی محبت دل میں بس جاتی ہی اور شوق غالب آجاتا ہی غلبۂ شوق کا یہ اثر ہوتا ہے کہ پھر سوائے محبوب کے اُسکی نظر میں کوئی نہیں سماتا بھائیو جب یہ قاعدہ مسلّم ہی تو خوب سمجھ لینا چاہیے کہ حضرت سرورِ کائنات کی محبت ہمارے دلوں میں اُسوقت تک پیدا نہیں ہوسکتی جبتک کہ ہم آپ کے ساتھ مناسبت دلی نہ پیدا کریں اور وہ مناسبت جبھی پیدا ہوسکتی ہی کہ ہم اپنے دل کو اچھی باتوں کی طرف مائل کریں اور بُری باتوں سے نفرت دلائیں جس دل میں بُری خصلتوں کی خباثت جم رہی ہو اور بُری باتوں کی محبت بس رہی ہو اُس میں آپ کی محبت جلوہ افگن ہوسکے ممکن نہیں۔ گندے اور میلے مکان میں نازک دماغ اور نفیس مزاج مکیں کب رہ سکتا ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حالات پر غور کرو کہ آپ کی محبت کا ولولہ اُن کے دلوں میں کیسا تھا اور اُس محبت کی محویت میں وہ اپنی جان اپنی اولاد اپنے عزیز و قریب اور اپنے مال و دولت غرض دُنیا و مافیہا کو بھولے ہوئے تھے اور اُن کو کسی کی پروا آپ کی محبت کے مقابلے میں نہ تھی۔ ایک انصاری نیک بی بی کا ذکر ہے کہ جب آنحضرت کا لشکر غزوۂ احد سے لوٹ کر مدینۂ طیبہ کے قریب پہنچا تو وہ سرِ راہ جا کھڑی ہوئیں لوٹنے والوں میں سے کسی نے اُن کو یہ اندوہ ناک خبر سُنائی کہ تمہارے تین عزیز یعنی باپ

بھائی اور شوہر اُحد میں شہید ہو گئے۔ مگر اللہ رے محبت نبوی اُس نیک بی بی نے
اس وحشت ناک خبر کی طرف کچھ بھی التفات نہیں کیا اور بیقراری سے کہا کہ "مجھے
رسول اللہ کی خیریت سناؤ" لوگوں نے کہا کہ "آپ الحمد للہ مع الخیر ہیں" اس سماعی
خبر کے سننے سے بھی اُن کو تشفی نہ ہوئی ع "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" اُنھوں نے
کہا کہ آپ کا جمال مبارک مجھے دکھا دو۔ لوگوں نے بتایا کہ آپ وہ تشریف لاتے
ہیں۔ اُنھوں نے اُس طرف دیکھا تو جمال مبارک دیدہ افروز ہوا۔ آپ کو مع الخیر
دیکھکر اُن کے دل کو تسلّی ہو گئی اور کہا کہ آپ سلامت ہیں تو اب سب مصیبتیں
آسان ہیں۔ غزوۂ اُحد میں حضرت ابو بکر کے صاحبزادے عبد الرحمن جو اُسوقت تک
ایمان نہیں لائے تھے کفّار کی طرف سے میدان میں آئے اور للکار کر کہا کہ ہے کوئی
مرد میدان جو میرے مقابلے پر آئے۔ حضرت ابو بکر نے جو اپنے بیٹے کو آنحضرت
کے لشکر کے مقابلے پر دیکھا تو اُن کی حمیت دینی جوش میں آئی اور بگڑ کر کہا کہ تیرے
مقابلے کو میں آتا ہوں۔ یہ کہکر آپ سے میدان میں جانے کی اجازت طلب کی آنحضرت
نے فرمایا کہ اے ابو بکر تمہارا ہاتھ سے جانا ہم گوارا نہیں کر سکتے تم لڑائی پر مت جاؤ
آپکا ارشاد سنکر حضرت ابو بکر نے ارادہ ملتوی کر دیا حضرت بلال پر جب حالت
نزع طاری ہوئی اور روح سکرات کے تلاطم میں پڑی تو اُن کی بی بی رونے لگیں
اور کہا کہ ہائے مصیبت۔ حضرت بلال نے چونک کر کہا کہ کیا کہتی ہو یہ کہو کہ واہ ری
مسرت کیونکہ کل میں انشاء اللہ تعالیٰ آپکے دیدار پاک سے مشرف ہونگا پس یہ موقع

خوشی کا ہی نہ رنج کا حضرت عمر نے ایک غزوے میں اپنے ہاتھ سے اپنے حقیقی ماموں کا جو کافر تھا سر کاٹ کر پھینکدیا تھا۔ روایت ہی کہ جب ابوسفیان مدینہ طیبہ آئے تو اپنی بیٹی حضرت ام حبیبہ سے جو آنحضرت کی بی بی تھیں ملنے گئے اُنھوں نے باپ کو آتے دیکھا تو پلنگ پر جو بستر بچھا ہوا تھا اُس کو تہ کر کے ایک طرف رکھدیا ابوسفیان کو یہ حرکت ناگوار ہوئی اور کہا کہ اے لڑکی تو نے مجھکو بستر کے لایق نہیں سمجھا یا یہ بستر میرے لایق نہیں ہی۔ حضرت ام حبیبہ نے فرمایا کہ یہ بستر وہ ہے جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آرام فرمایا کرتے ہیں۔ تم چونکہ شرک کی نجاست میں آلودہ ہو اسلئے اس بستر پر نہیں بیٹھ سکتے۔ حضرت سعد ابن ابی وقّاص جو عشرہ مبشرہ میں سے تھے روایت کرتے ہیں کہ جب جنگ اُحد کا میدان جما ہوا تھا اور لشکر اسلام ایک طرف خیمہ زن اور کفّار کی فوج دوسری طرف پڑی ہوئی تھی عبداللہ بن جحش (ایک دوسرے صحابی) نے اُن سے کہا کہ آؤ ایک گوشے میں چلیں اور بارگاہ الٰہی میں اپنے واسطے دعا مانگیں۔ چنانچہ دونوں صاحب ایک جانب کو تشریف لیگئے۔ اول حضرت سعد نے دُعا کی کہ یا الٰہی جب ہم سے اور کفار سے لڑائی ہو تو میرے مقابلے میں ایک کافر آئے میں خاص تیرے واسطے اُس سے لڑوں اور فتح پاکر قتل کروں اور اُسکا سامان لیلوں جب وہ یہ دعا ختم کر چکے تو حضرت عبداللہ نے آمین کہی اور خود دُعا مانگنی شروع کی۔ یہ بات دیکھنے کے لایق ہی کہ اُس جان نثار نے کیا دعا مانگی۔ مال نہیں مانگا۔ جاہ نہیں طلب کیا۔ فتح نہیں چاہی بلکہ جنت کی بھی دعا نہیں کی۔

پھر کیا دُعا مانگی۔ فرمایا کہ یا رب جب لڑائی کا معرکہ گرم ہو اور مسلمانوں کے مقابلے میں کفار آئیں تو میرے مقابلے پر ایک کافر کو بھیجنا جس سے میں خالصاً للہ لڑوں وہ مجھکو قتل کرے اور نہ صرف قتل کرے بلکہ میری ناک اور کان بھی کاٹ لے تاکہ میں قیامت کے روز تیرے حضوری میں اس صورت سے حاضر ہوں کہ خون بہہ رہا ہو۔ بینی بُریدہ ہو اور کان کٹے ہوئے ہوں۔ میں بارگاہ عزت میں عرض کروں کہ خداوندا تیری راہ میں اور تیرے رسول کی راہ میں میری یہ صورت ہوئی ہی اُدھر سے یہ ارشاد ہو کہ "صدقت" یعنی اے عبداللہ تو سچّا ہی ؎

اک خونچکاں کفن میں کروروں بناؤ ہیں
پڑتی ہی آنکھ تیرے شہیدوں پہ حور کی

اللہ۔ اللہ کس شوق اور ولولے میں ڈوبے ہوئے یہ الفاظ تھے اور کیسی دلگیر دُعا تھی۔ سارے حجاب رفع ہوگئے۔ سیدھی بارگاہ الٰہی میں پُہنچی اور خلعت قبول سے سربلند ہوئی۔ حضرت سعدؓ فرماتے ہیں کہ عبداللہ کی دعا میری دعا سے بہتر تھی۔ اُسی روز شام کو ہم نے دیکھا کہ عبداللہ شہادت سے سُرخرو ہوئے اور اُن کے کان اور ناک کے ٹکڑے ایک ڈورے میں لٹکائے گئے ؎

بنا کردند خوش رسمی بخون وخاک غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

شاہ ولی اللہ صاحب نے حضرت عمرؓ کی فرمانبرداری اور تسلیم و رضا کا ایک عجیب واقعہ

نقل فرمایا ہی اس واقعے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کے مقبول بندے اللہ اور اللہ کے رسول کے احکام کے کیسے شیدا اور پابند تھے اور خدا کے رنگ میں ایسے رنگ گئے تھے کہ اور کوئی رنگ اُن کے دل پر نہیں چڑھتا تھا ؎

دونوں جہان کی نہ رہی پھر خبر اُسے
دو پیالے جسکو آنکھوں نے تیری پلائے

مجاہدؓ سے روایت ہی کہ حضرت ابن عباس کی محفل میں ایک بار حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا مذکور ہوا۔ حضرت فاروق کا تذکرہ سُنکر حضرت ابن عباس کے دل پر ایک چوٹ لگی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور اس قدر روئے کہ بیہوش ہوگئے جب ہوش ہوا تو فرمایا کہ خدا اس بندے پر رحم فرمائے۔ اُنھوں نے قرآن کو پڑھا اور پڑھ کر اُس کے احکام جاری کئے۔ خدا کے حکم کی بجا آوری میں کسی کے ملامت کی پروا نہ کی۔ میں نے وہ واقعہ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہی جس میں اُنھوں نے اپنے بیٹے کے دُرّے لگوائے اور اُسی صدمے میں اُن کے صاحبزادے کی جان تک جاتی رہی۔ حاضرین نے مضطرب ہوکر پوچھا کہ اے رسول اللہ کے ابن عم وہ واقعہ کس طرح ہوا؟ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ایک روز میں مسجد نبوی میں عمرؓ کے پاس بیٹھا تھا اور بھی لوگ اُن کے گرد فراہم تھے۔ ناگاہ ایک لونڈی آئی اور امیرالمومنن کو سلام کیا۔ اُنھوں نے بعد جواب استفسار کیا کہ کچھ کام ہی؟ اُس نے عرض کیا کہ ہے۔ اور یہ کہکر اپنی سرگزشت گزارش کی۔ اُسکے بیان سے مفہوم ہوا کہ ابوشحمہ امیرالمومنین کے

بیٹے سے ایک خطا ایسی سرزد ہوئی ہی جس کی وجہ سے اُن کے سو دُرّے لگنے شرعًا
واجب ہیں۔ امیرالمومنین نے فوراً ایک نقیب کو حکم دیا کہ مدینہ میں منادی کر دے کہ
کُل مسلمان اسی وقت مسجد نبوی میں حاضر ہوں نقیب نے خبر کی اور مسلمان جمع ہوئے
جب سب آگئے تو عمر نے کہا کہ سب یہیں حاضر رہیں اتنا فرما کر آپنے مجھکو ہمراہ لیا
پاپیادہ اپنے مکان پر پہنچے دروازہ کھٹکھٹایا اور پوچھا کہ میرا بیٹا ابوشحمہ یہاں ہی؟
اندر سے آواز آئی کھانا کھاتے ہیں امیرالمومنین اندر پہنچے اور بیٹے سے کہا کھانا کھالو
شاید یہ کھانا تمہارا اخیر کھانا ہو۔ یہ سُنکر لڑکے کا رنگ فق ہوگیا اور لقمہ ہاتھ سے چھُٹ
پڑا۔ پھر امیرالمومنین نے پوچھا کہ بیٹا میں تمہارا کون ہوں ابوشحمہ نے جواب دیا کہ
"انت ابی وامیرالمومنین" یعنی آپ میرے باپ ہیں اور مومنین کے سردار۔ پوچھا
کوئی میرا حق اطاعت تم پر ہی کہا کہ ایک حق نہیں دو حق ہیں۔ امیرالمومنین نے قسم
دیکر وہ واقعہ پوچھا جو جاریہ کے ساتھ گزرا تھا۔ ابوشحمہ نے صاف صاف لونڈی کے
بیان کی تصدیق کی اور جُرم کا اقرار کیا۔ اُن کا بیان سُنکر حضرت عمر نے اُنکا ہاتھ پکڑا
اور مسجد کو لیچلے۔ ابوشحمہ نے حسرت و آرزو سے کہا کہ اے میرے باپ مجھکو فضیحت سے
بچاؤ جو سزا دو وہ منظور لیکن علانیہ میری رُسوائی مت کرو حضرت عمر نے فرمایا کہ تمنے
خدا کا یہ ارشاد نہیں سُنا ولیشہد عذابہما طائفۃٌ من المومنین یعنی جب اُن دونوں کو
سزا دیجائے تو مسلمانوں کا ایک گروہ ضرور حاضر ہو۔ غرض اُن کو کشاں کشاں مسجد
میں لائے اور صحابہ کے سامنے اُن کو کھڑا کرکے کہا کہ عورت سچی ہی اور ابوشحمہ اُس کے

بیان کی تصدیق کرتا ہے۔ یہ فرما کر افلح اپنے غلام کو حکم دیا کہ ابوشحمہ کے سو دُرّے لگا۔
اور خبردار مارنے میں رعایت نہ کر۔ افلح اس حکم کو سُنکر کانپ اُٹھا اور رو کر کہنے لگا یہ مجھ سے
نہ ہوگا کہ اپنے آقازادے کو کوڑوں سے پیٹوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ اے افلح تو جانتا
ہی کہ میری اطاعت خدا اور اُس کے رسول کی اطاعت ہی لہذا جو میں حکم دوں اُسکی
بجاآوری واجب ہی افلح نے یہ سُنکر ابوشحمہ کے کپڑے اُتارے حاضرین نے جو یہ عالم
دیکھا روتے روتے بیتاب ہوگئے یہاں تک کہ خود حضرت عمرؓ کی آنکھوں سے برابر
آنسو جاری تھے اور صاحبزادے سے فرماتے تھے کہ بیٹا میں یہ اسلئے کرتا ہوں کہ خدا تعالےٰ
تجھ پر اور مجھ پر رحم فرمائے۔ صاحبزادے سے یہ کلام تھا اور افلح کو برابر حکم ملتا تھا کہ
"اُضرب" یعنی مارے جا۔ جب ستر دُرّے لگ چکے تو ابوشحمہ کو تشنگی معلوم ہوئی اور اُنھوں
نے پانی مانگا۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ بیٹا صبر کرو اگر خدائے تعالیٰ تم کو اس سزا پر گناہوں
سے پاک کردے تو تم حضرت سرورِ عالم کے دست مبارک سے آب کوثر پیوگے اور پھر تمکو
کبھی تشنگی محسوس نہ ہوگی۔ پھر افلح کیجانب مخاطب ہوکر فرمایا "اضرب"۔ جب اسّی دُرّوں پر
نوبت پہنچی تو ابوشحمہ بیدم ہوگئے اور اُنھوں نے اپنے والد کو الوداعی سلام کیا۔ جواب
میں فرمایا وعلیک السلام اگر رسول اللہ کی حضوری نصیب ہو تو میرا سلام عرض کرنا اور
کہنا کہ آپ کے خادم عمر کو اس حال میں چھوڑ کر آیا ہوں کہ وہ قرآن پڑھتا تھا اور اسکے
احکام جاری کرتا تھا۔ غلام سے پھر فرمایا "اُضرب"۔ دس دُرّے اور لگے تھے ابوشحمہ فرط
ضعف سے ساکت ہوگئے اور طاقت گویائی نے بھی جواب دیدیا۔ سارے صحابہ نے

سفارش کی کہ تھوڑی دیر کے لئے درّے مارنا موقوف کردیا جائے آپ نے کہا کہ جب گناہ میں تاخیر نہیں ہوئی تھی تو سزا میں بھی تاخیر ممکن نہیں۔ حضرت عمرؓ یہ فرما رہے تھے کہ ابوشحمہ کی والدہ روتی ہوئی باہر نکل آئیں اور کہا کہ یا امیر المومنین آپ ابوشحمہ کو چھوڑ دیجئے میں ہر درّے کے بدلے ایک پیادہ پا حج کروں گی اور اس قدر صدقہ ادا کروں گی۔ ارشاد فرمایا کہ حج اور صدقے سے حد یعنی درّے لگانے کا بدلا نہیں ہوسکتا۔ یہ کہکر غلام سے فرمایا کہ حد پوری کر۔ غلام نے پھر درّے مارنا شروع کئے جسوقت اخیر کوڑا لگا ابوشحمہ زمین پر گرے اور اُن کی روح عالم بالا کو پرواز کر گئی۔ حضرت عمرؓ نے بیٹے کی لاش دیکھکر فرمایا کہ خدا تجھکو تیرے گناہوں سے پاک فرمائے یہ فرماکر بے اختیار روئے اور ابوشحمہ کا سر زانو پر رکھکر کلمات حسرت آمیز ارشاد کرتے رہے۔ اس واقعہ کے چالیسویں روز حذیفہ بن الیمانؓ نے حضرت سرور کائنات کو خواب میں دیکھا کہ ایک جوان سبز حلۂ بہشتی پہنے ہوئے آپ کے ہمراہ ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اے حذیفہ عمرؓ سے میرا سلام کہہ اور کہدے کہ تم نے قرآن کو پڑھا اور اُسکے احکام کی تعمیل کا حق ادا کردیا۔ جب حضور کا ارشاد ختم ہولیا تو اُس جوان نے کہا کہ اے حذیفہ میرے باپ کو سلام کہنا اور میری جانب سے عرض کرنا کہ جس طرح سزا دے کر آپ نے مجھکو گناہوں کی آلایش سے پاک وصاف کردیا خداوند تعالےٰ آپ کو اُسکی جزا بخشے اور طاہر و پاک فرماوے ؎

بندۂ عشق شدی ترک نسب کن جامی که دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزی نیست

ایسی مثالیں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی ہزاروں ہیں اہل فہم کیلئے اسی قدر کافی ہے۔ اس تمہید کے بعد اصل مُدعا کی طرف رجوع کیا جاتا ہے اور حضرت سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال مبارک بیان ہوتے ہیں۔

حضرت سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں تھے آپ کا خاندان قریش آپ کی ولادت سے پیشتر بھی عرب کا سردار وسرتاج سمجھا جاتا تھا۔ قصّے ابن کلاب کے زمانے سے خانۂ کعبہ کی خدمت اُسکی کلید برداری حجاج کی ضیافت اور مدارات، چاہ زمزم کا اہتمام آپ کے گھرانے میں چلا آتا تھا۔ قریش کے سارے اہم معاملے ایک مکان میں طے ہوتے تھے جس کا نام دارالندوہ تھا۔ وہ بھی قصّے کی ملکیت تھا۔ قصہ مختصر قصّی ابن کلاب کے بعد عبد مناف عبد مناف کے بعد ہاشم اور ہاشم کے بعد عبدالمطلب یکے بعد دیگرے سردار قریش رہے۔ آپ کے والد ماجد عبداللہ عبدالمطلب کے سب سے چھوٹے اور چہیتے صاحبزادے تھے۔ عبداللہ کے حسن و جمال اور عمدہ خصلتوں کی شہرت تمام قبائل عرب میں تھی اور اسلئے بہت سی عورتیں اُن سے شادی کی تمنائیں تھیں۔ عبداللہ کی شادی قبیلۂ بنی زہرہ میں بی بی آمنہ بنت عبدالوہب کے ساتھ ہوئی۔ شادی کے وقت آپ کے والد ماجد کی عمر اٹھارہ برس کی تھی چند روز بعد شب جمعہ کو حج کے دنوں میں نور احمدی بی بی آمنہ کو سپرد ہوا۔ چاندنی راتوں میں اس واقعہ کا ظہور دلالت تھی اس امر پر کہ اس مولود مسعود کے قدوم سے تمام عالم پرنور ہوگا۔ امام احمد ابن حنبل نے اسی وجہ سے شب جمعہ کو لیلۃ القدر سے

زیادہ بابرکت خیال کیا ہے۔ پورے نو مہینے کے گذرنے پر وہ وقت آیا کہ عالم انس آپ کے وجود سراپا خیر وسعادت سے مشرف ہو۔ زمین کو ایک سرمایۂ نازش ہاتھ آئے اور حضرت ابراہیم کی دعا اور حضرت عیسیٰ کی بشارت پوری ہو۔ بقول اصح بارھویں ربیع الاول روز دوشنبہ کو صبح صادق کے وقت حضرت رسول رب العالمین صادق امین نے باہزاراں جاہ وجلال اس خاکدان سفلی کو جمال جہان آرا سے روشن و منور فرما کر سرمایۂ رشک ملاء اعلیٰ فرما دیا۔

سلامٌ علیک اے نبیِ مکرّم   مکرّم ترا از آدم و نسلِ آدم
سلامٌ علیک اے ز آبای علوی   بصورت موخّر بمعنی مقدّم
سلامٌ علیک اے ز آبای فطرت   طفیلِ وجودِ تو ایجادِ عالم
سلامٌ علیک اے ز اسمائے حسنیٰ   جمالِ تو آئینۂ اسمِ اعظم
سلامٌ علیک ای بملکِ رسالت   ترا خاتم المرسلین نقش خاتم
سلامٌ علیک ای شناسا بصد سِر   کہ روح الامین در یکے نیست محرم
سلامٌ علیک اے ز ابرِ نوالت   مرا کشت زار امل سبز و خرم
ہزاراں تحیت ز حق باد فائز   بروحِ تو و آل و صحبِ تو ہر دم
بتخصیص آنانکہ ہستند با تو   بیکجا ز جنسیت تام منضم
اگر فیض نورت نبودی نبودی   یکے ملّتِ کفر و اسلام باہم
وگر راہ خلد از تو روشن نگشتے   کہ رستی ز ظلماتِ قعرِ جہنّم

زسعی تو شد فتح ابواب مغلق — زنطق تو شد کشف اسرار مبہم
جزاک الذی عم جوداً وبراً — وارضاک عنا وصلے وسلّم
توئی یا رسول اللہ آں بحر رحمت — کہ باشد محیط از عطائے تو یک نم
جگر تشنگانیم از رہ رسیدہ — ترحم علینا بماء ترحم
درونہا فگاریم و دلہا جراحت — زلطف تو داریم امید مرہم
کشادیم بار سفر در دیارت — چو جامی زبار گنہ پشتہا خم
رجا واثق آمد بہ فضل تو ما را — کہ ایں بار ہا گردد از پشتہا کم
کشائی بہ تخلیص مالب کہ آمد — ترا فتح باب شفاعت مسلّم

ولادت شریف کے وقت بہت سے عجائبات کا ظہور عالم میں ہوا۔ یہ علامتیں اس امر کی پیشین گوئی کرتی تھیں کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود سے گمراہی اور ضلالت معدوم ہو جائے گی اور عالم دین و دنیا کی برکت و سعادت سے مالا مال ہو جائے گا۔ چنانچہ روایت ہی کہ ملک ایران میں آتشکدے جو ہزار ہزار برس سے دہک رہے تھے آپ کے انوار کے ظاہر ہوتے ہی سرد اور اُن کے سارے جلوے کافور ہو گئے۔ روئے زمین کے بتکدوں کے بت اوندھے گر پڑے اُن کے پجاری ہر چند اُن کو سیدھا کرتے تھے مگر وہ پھر سرنگوں ہو جاتے تھے۔ دریائے ساوہ خشک ہو گیا۔ ولادت باسعادت سے ایک سال پیشتر سرزمین عرب میں ہنگامہ قحط برپا تھا انسان غلے کی کمی سے نالاں تھے۔ اور جانور چارے کی قلت سے

جاں بلب ۔ حضرت رحمۃ للعالمین کے اس عالم میں تشریف لاتے ہی دریائے رحمت کو جوش ہوا اور باران رحمت اس کثرت سے برسا کہ سارے دشت و جبل شاداب و سیراب ہو گئے اور قحط کی بلا ایک قلم دُور ہو گئی ۔ چنانچہ عربوں نے اس سال کا نام "سنتہ الفتح والابتہاج" رکھا یعنی کشایش اور خوشی کا برس ۔ اُسوقت روئے زمین کی بادشاہوں میں سب سے زیادہ نامور اور زبردست بادشاہ نوشیرواں فرمانروائے ایران تھا ۔ اُسکا قصر حضرت سرورِ عالم کی آمد کے دبدبہ سے کانپنے لگا اور چودہ کنگرے اُسکے زمین پر آن پڑے ۔ آتش پرستوں کا جو سب سے بڑا پیشوائے مذہب تھا اُس نے خواب دیکھا کہ عرب کے اونٹ دریائے دجلہ سے اُتر کر ملک ایران میں آئے ہیں اور اس سرزمین کو تاخت تاراج کر رہے ہیں مگر مقام عبرت ہی کہ جن علامتوں نے سارے عالم میں ہلچل ڈالدی اُن سے بھی غافلوں کی غفلت نہ گئی اور وہ ساری عمر گمراہی میں مبتلا رہے ۔ حضرت سرورِ کائنات نے سات دن اپنی والدہ ماجدہ کا دودھ نوش فرمایا اُسکے بعد ثوبیہ کا پھر حضرت حلیمہ سعدیہ کا ۔ یہ بی بی قبیلۂ بنی سعد کی تھیں جو طایف کے قریب رہتا تھا ۔ اس قبیلے کی آب و ہوا کی خوبی و لطافت اور زبان کی شیرینی اور فصاحت سارے عرب میں ضرب المثل تھی ۔ اُس زمانہ کی رسم یہ تھی کہ اُس قبیلے کی عورتیں سال میں دوبار مکّے کو اس غرض سے آیا کرتی تھیں کہ وہاں سے امرا و شرفا کے شیرخوار بچّوں کو اُجرت پر دودھ پلانے لے آئیں جب ایّام رضاعت ختم ہو جاتے اور بچّے بات چیت اچھی طرح کرنے لگتے تو والدین کے

گھر پہنچا دیتیں۔ اس طرح وہ بچے تندرست اور خوش بیان ہو جاتے۔ چونکہ آنحضرت
کی ولادت شریف کے بعد مکہ معظمہ آیا اس میں بی بی حلیمہ سعدیہ بھی تھیں جن کی قسمت
میں یہ سعادت تھی کہ حضرت سرورِ کونین کی والدہ رضاعی بنیں اور آپ کو اپنی آغوشِ
میں پرورش کریں چنانچہ بی بی حلیمہ آپ کو اپنے گھر لائیں اور دودھ پلایا۔ ایام رضاعت
میں بی بی حلیمہ نے آپ کی ذاتِ گرامی کی بدولت عجیب عجیب معاملات مشاہدہ کئے
جب وہ مکہ معظمہ کو آئی تھیں تو اُن کی سواری کا جانور قحط کے اثر سے نہایت زار و
ناتواں ہو رہا تھا اور اُس سے راستہ بدشواری چلا جاتا تھا۔ جب وہ آپ کو لیکر لوٹیں
تو وہی جانور آپ کے قدموں کی برکت سے ایسا چاق و چالاک ہو گیا کہ ہوا سے باتیں
کرتا تھا۔ بی بی حلیمہ راوی ہیں کہ آپ کا نشو و نما اس قدر جلد ہوتا تھا کہ میں حیران تھی
اور بچے جتنا ایک مہینے میں بڑھتے ہیں آپ ایک دن میں بڑھتے۔ دو برس کی عمر میں
آپ خاصے نشو و نما یافتہ معلوم ہوتے تھے۔ آٹھ مہینے کی عمر میں کچھ کچھ تکلم فرمانے لگے
تھے جب نو مہینے کے ہوئے تو صاف کلام فرمانے لگے۔ جو چیز آپ لیتے سیدھے
ہاتھ میں لیتے۔ جب آپ ہوشیار ہو گئے تو اپنی انّا سے پوچھا کہ میرے دودھ شریک
بھائی دن بھر کہاں رہتے ہیں جو شام کو گھر آتے ہیں بی بی حلیمہ نے کہا کہ قربان جاؤں
بکریاں جنگل میں چرایا کرتے ہیں اسلئے دن کو گھر نہیں آتے۔ آپنے فرمایا کہ مجھکو کیوں
گھر میں بیکار بٹھائے رکھتی ہو اور بھائیوں کے ساتھ کیوں نہیں بھیجتیں؟ اُس دن کے
بعد یہ معمول ہو گیا کہ آپ بھی بی بی حلیمہ کے لڑکوں کے ساتھ جنگل جاتے اور بکریاں

چرائے۔ پانچ برس کی عمر تک آپ قبیلۂ بنی سعد میں رہے اسکے بعد بی بی حلیمہ آپکو مکہ معظمہ میں لاکر والدۂ ماجدہ اور جد امجد کے سپرد کر گئیں۔ کچھ عرصہ کے بعد بی بی آمنہ مدینہ طیبہ کو گئیں آپ بھی اُن کے ساتھ تھے۔ جب مدینے سے واپس آئیں تو راستے میں "ابواء" نامی ایک مقام پر پہنچکر اُن کا انتقال ہوگیا اور اس طرح چھ برس کی عمر میں والدہ کا سایہ بھی آپ کے سر سے اُٹھ گیا۔ والدۂ ماجدہ کے رحلت فرمانے کے بعد آپکی پرورش ظاہری آپکے والد کی لونڈی اُمِ ایمن اور آپ کے جد امجد عبدالمطلب کی نگرانی میں ہوئی۔ عبدالمطلب آپ کے والدین کے رحلت کرجانے کے سبب سے آپ کو نہایت چاہتے تھے یہاں تک کہ بدون آپ کے کھانا نہ کھاتے۔ آپکا سن آٹھ ہی برس کا ہوا تھا کہ عبدالمطلب کا بھی پیام اجل آپہنچا اور ایک سو بیس برس کی عمر میں اُنھوں نے رحلت کی۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد حضرت شیر خدا کے والد حضرت ابوطالب جو آنحضرت کے حقیقی چچا تھے آپکی پرورش کے متکفل ہوئے اور حق یہ ہے کہ اُنھوں نے شفقت اور محبت کا حق ادا کردیا۔ حضرت سرور کائنات کے اخلاق حسنہ کی شروع سے ہی عرب میں دھوم ہوگئی تھی اور آپ کی صداقت و امانت کا سارے حجاز میں شہرہ تھا۔ چنانچہ جب حضرت خدیجۃ الکبریٰ نے آپکے صفات حمیدہ کی تعریف سُنی تو اپنا مال فروخت کے لئے آپکے اہتمام میں ملک شام کو بھیجا اور میسرہ نامی اپنا ایک غلام کو ہمراہ کردیا۔ شام میں ایک شہر بصرہ تھا وہاں آپنے مال مذکور فروخت فرماکر نفع کثیر کے ساتھ مکہ مکرمہ کو معاودت فرمائی۔ جب قافلے کی واپسی کی خبر پہنچی تو

حضرت خدیجۃ الکبریٰ اپنے مکان کی ایک کھڑکی میں سیر دیکھنے کو جا بیٹھیں۔ اسی عرصے میں سرورِ عالم کی سواری جلوہ افگن ہوئی۔ ایک اونٹنی پر آپ سوار تھے دوسری پر میسرہ ہمرکاب تھا۔ چونکہ دُھوپ کا وقت تھا اسلئے پرندے آپکے سر پر سایہ کئے ہوئے تھے۔ حضرت خدیجہ جمال جہاں آرا اور ظہور کا واقعہ دیکھکر حیران رہگئیں جب میسرہ اُنکے پاس آیا تو اُس نے آپکی صفائی معاملہ و نفع کثیر اور اُن معجزات کا ذکر کیا جو راہ میں دیکھے تھے۔ ان حالات نے آنحضرت کی عظمت حضرت خدیجہ کے قلب میں اور زیادہ بڑھادی اور اُنھوں نے آنحضرت کے ساتھ شادی کا ارادہ کرلیا اور نفیسہ نامی ایک بی بی کو اس کام کے لئے مقرّر کیا کہ وہ آنحضرت کا منشا لیں چنانچہ نفیسہ نے آپکی خدمت میں حاضر ہوکر اس معاملے کا ذکر کیا۔ آپنے اپنی پسندیدگی ظاہر فرمائی اور آپکے چچا ابوطالب نے آپکا نکاح حضرت خدیجہ کے ساتھ کردیا۔ اُسوقت سن شریف آنحضرت کا پچیس سال کا تھا۔ حضرت سرورِ عالم کی عمر جس قدر زیادہ ہوتی گئی اور زمانۂ نبوت قریب آتا گیا اُسی قدر آپکے پاک ہاتھوں سے نیک اور عظیم الشان کام انجام پانے لگے۔ جس زمانے میں عمر شریف پینتیس برس کی تھی قریش نے بوجہ شکستہ ہوجانے کے خانۂ کعبہ کی از سرِ نو تعمیر کی۔ جو قبائل مکّہ سربرآوردہ اور ممتاز تھے اُنھوں نے اُسکے ایک ایک حصّے کی تعمیر کا اہتمام اپنے ذمہ لیلیا تھا۔ جب حجراسود کے رکھے جانیکا موقع آیا تو ہر خاندان نے یہ خواہش کی کہ وہی اُس کو نصب کریگا۔ بات بڑھی اور نزاع تک نوبت پہنچی۔ قریب تھا کہ تلوار چل جائے کہ ایک کہن سال بڈھے نے یہ فیصلہ

کیا کہ کل صبح جو شخص سب سے اوّل حرم میں داخل ہو وہی اُس پتھر کو نصب کرے دوسرے روز علی الصباح سب سے اوّل حضرت سرورِ کونین حرم شریف میں رونق افزا ہوئے چونکہ آپکے اوصافِ حمیدہ کا سِکّہ اہل مکہ کے دل پر بیٹھ چکا تھا اسلئے آپ کو اوّل آنے والا دیکھ کر سب خوش ہو گئے اور آپ سے حجرِ اسود کے نصب کرنے کی استدعا کی۔ آپ نے ازراہ دُور اندیشی یہ تجویز فرمائی کہ حجرِ اسود ایک چادر میں رکھا جائے اور چادر کے اُٹھانے میں ہر قبیلے کا سردار شریک ہو اس طرح گویا تمام قبائل اس کام میں شریک ہو جائیں گے۔ چنانچہ اسی ترکیب سے حجر اسود اُٹھایا گیا۔ جب چادر اُس جگہ تک پہنچ گئی جہاں اُسکے نصب ہونیکا مقام تھا تو آپنے دستِ مبارک سے اُس کو اُٹھا کر نصب فرما دیا اور اسطرح بخوبی وخوش اسلوبی یہ مرحلہ طے ہو گیا۔ جب نزول وحی کا زمانہ قریب آگیا اور آپکا سن شریف چالیس برس کا ہوا جو کمال عقل کا زمانہ ہے تو گوشہ نشینی اور خلوت گزینی خاطر اقدس کو زیادہ مرغوب ہو گئی اور مکّہ مکرّمہ کے قریب کوہ حرا کے ایک غار میں تشریف لیجا کر نشست فرمانے لگے۔ عادت شریف یہ تھی کہ چند وقت کا کھانا دولت خانے سے تیار کرا کے ہمراہ لیجاتے اور جب تک کھانا ختم نہ ہوتا کوہِ حرا پر تشریف رکھتے جب کھانا ختم ہو جاتا تو دولت خانے کو تشریف لاتے۔ انھیں ایام میں ایک روز آپ پہاڑ کی چوٹی پر رونق افروز تھے کہ ایک شخص نمودار ہوا اور قریب آکر اُس نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) مبارک ہو میں خدائیتعالی کا ایلچی جبریل ہوں اور خالق اکبر جل جلالہ کی طرف سے آپکے

پاس یہ پیام لایا ہوں کہ تم اس اُمت کیلئے رسول مقرر کئے گئے۔ اتنا کہکر فرمایا "اقرأ" یعنی پڑھو۔ آپ نے جواب دیا کہ میں اُمی ہوں پڑھنا نہیں جانتا۔ یہ سنکر حضرت جبریل نے آپکو اپنی آغوش میں لیا اور اتنا دبایا کہ آپ بیتاب ہوگئے اُس وقت آپ کو چھوڑا اور کہا "اقرأ" آپنے وہی جواب دیا اور حضرت جبریل نے پھر دبا کر چھوڑا اور کہا "اقرأ" آپنے پھر وہی جواب ارشاد فرمایا غرض تین مرتبہ یہی معاملہ ہوا۔ جب اس طرح تین دفعہ کے معانقے میں حضرت جبریل نے آپکا سینۂ پاک انوار سے معمور کر دیا اور قلب ہمایوں میں بار وحی کے اُٹھانے کی پوری قوت پیدا کر دی تو کلام الٰہی سُنایا اور فرمایا "اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۔ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۔ اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ۔ اسکے بعد آپ کو وضو کرنا سکھایا خود امامت کی اور آپ کو نماز پڑھائی اور عملاً ارکان نماز تلقین کئے اس کے بعد وہ نظر سے غائب ہوگئے اور آنحضرت تنہا رہگئے۔ اللہ اکبر یہ ایسا عظیم الشان بار تھا کہ آپ کا حوصلۂ عالی بھی پورا پورا اس کا متحمل نہ ہوسکا اور آپ کسی قدر پریشان دولتخانے کو واپس تشریف لائے اور حضرت خدیجہ سے فرمایا "زملونی، زملونی" یعنی مجھکو کمل اُڑھا دو حضرت خدیجہ نے آپکی تسکین کی اور تشفی آمیز کلمات فرمائے جس سے خاطر اقدس مطمئن ہوگئی۔ جب خاطر مبارک کو اطمینان حاصل ہوا تو حضرت خدیجہ کے سامنے اسلام کو پیش فرمایا جس کو اُنھوں نے بخوشی خاطر قبول کیا۔ اُسکے بعد بالغ مردوں میں حضرت ابو بکرؓ اور لڑکوں میں حضرت علیؓ ایمان لائے۔ پھر آپکے آزاد کردہ غلام زید ابن حارثہؓ مسلمان ہوئے

اسی طرح یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ ۔حضرت عبد الرحمن ابن عوف حضرت سعد بن ابی وقّاص ۔حضرت زبیر ۔حضرت طلحہؓ مسلمان ہوئے۔ اور سابقین اوّلین کا رتبہ حاصل کرکے جیتے جی جنّت کی بشارت لے لی۔ شروع میں آپ خفیہ تلقین اسلام فرماتے تھے اور چپکے چپکے ایک ایک دو دو آدمی ایمان لاتے جاتے تھے۔ تین برس تک یہی طرز عمل جاری رہا۔ اُس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی "فاصدع بما تؤمر واعرض عن المشرکین" اس آیت کے نازل ہوتے ہی آپ نے دعوت اسلام کو ظاہر فرمایا اور اُس کے احکام کی علانیہ تبلیغ فرمانے لگے۔ دعوتِ اسلام کیا تھی؟ وحدانیت اور رسالت کا اقرار، شرک و بُت پرستی سے بیزاری فسق و فجور کی جو عادات قبیحہ عرب میں رائج تھیں اُن کے ترک کی ہدایت اور بجائے اُن کے عمدہ خصلتوں اور شریف عادتوں کی ترغیب۔ یہ سب باتیں مشرکین عرب کی طبیعت کے بالکل خلاف تھیں۔ وہ اپنے بتوں کی بُرائی اپنے افعال اور اپنے آبا و اجداد کے اعمال کی ضلالت وگمراہی سُنکر بھڑک اُٹھے۔ ابتک تو آپ پر وہ لوگ پھبتیاں کہتے تھے یا ہنسی اُڑاتے تھے مگر اب دوسرا طریقہ اختیار کیا اور ایذا رسانی پر کمر باندھ لی۔ اور جو کچھ نہ کرنا تھا وہ کیا۔ قصہ مختصر یہ کہ جو جو اُن کی خباثت طبع نے سجھایا اور بتایا وہ سب کر گذرے ابولہب وغیرہ اِدھر اُدھر سے گندگی جمع کرلاتے اور آپ کی گذرگاہ میں ڈالدیتے۔ ابولہب کی عورت جنگل سے کانٹے لاتی اور آنحضرت کے راستے میں بچھادیتی آپ عزیزوں کا یہ برتاؤ دیکھ کر نرمی سے فرماتے کہ اے بنی عبد مناف یہ کیسا حق ہمسائگی

ہی۔ قریش نے آپکا لقب دیوانہ اور جادوگر رکھدیا تھا۔ حضرت سرورِ عالم کو ان ناسزا باتوں کے سننے سے سخت ملال ہوتا تھا۔ خداوند تعالیٰ اپنے حبیب کی تسلی خاطر کیلئے آیات نازل فرماتا اور صبر و تحمل کی تلقین۔ ایک روز کا ذکر ہے کہ سرداران قریش خانہ کعبہ کے پاس ایک حجرے میں جمع تھے اور آپکی شکایت کر رہے تھے۔ اسی عرصے میں حضرت سرورِ عالم حرم میں تشریف لائے اور طواف میں مصروف ہوئے آپ طواف میں مصروف تھے اور کفار قریش آپ کے بُرا بھلا کہنے میں۔ جب آپ طواف فرماتے ہوئے اُن مشرکین کے پاس سے گزرتے تو وہ کوئی نالائق بات ایسی کہہ دیتے جو آپکے قلب مبارک کو سخت صدمہ پہنچاتی۔ دو دفعہ تو آپنے ضبط فرمایا تیسری مرتبہ شان جلال آپ پر غالب آگئی اور فرمایا" تسمعون معشر قریش اما والذی نفس محمد بیدہٖ لقد جئتکم بالذبح"۔ یعنی اے قریشو! اس بات کو خوب کان کھول کر سُن لو کہ قسم ہے اُس ذات کی جسکے قبضے میں محمدؐ کی جان ہے کہ میں خالی باتیں بنانے نہیں آیا ہوں تلوار بھی میرے قبضے میں ہے اگر تم ایمان نہ لائے تو بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کر دئے جاؤ گے۔ کفار یہ کلام جلالت التیام سنکر دم بخود رہگئے اور آپ کی خوشامد کرنے لگے۔ جو کافر سب سے زیادہ بڑھکر باتیں بناتا تھا اُسی پر زیادہ ہیبت طاری ہوئی اور اُس نے بہت ہی منت و سماجت کر کے آپکے غصے کو فرو کیا۔ جب آپ طواف سے فارغ ہو کر تشریف لے آئے تو قریشیوں کے ہوش بجا ہوئے اور اُنھوں نے سوچا کہ یہ ہم نے کیا کیا کہ محمدؐ کے ایک ہی

فقرے میں جو اس باختہ ہو کر رہ گئے۔ یہ سوچ کر باہم عہد کیا کہ ابکی موقع ہاتھ آیا تو کمی نہ کرینگے۔ دوسرے روز اُسی وقت پھر حسب عادت شریف آپ طواف کرنے تشریف لائے کفار بھی فراہم تھے۔ جس وقت آپ حرم محترم میں داخل ہوئے ایک مشرک نے بڑھ کر کہا "اے شخص تو ہی وہ ہی جو ہمارے معبودوں کو باطل اور ہمکو گمراہ بتاتا ہی؟" آپ نے فرمایا بیشک میں نے ہی باطل و گمراہ بتایا ہی اور اب بھی بتاتا ہوں۔ یہ سُنکر وہ کافر غصّے میں بیخود ہو گیا اور آپ کی چادر مبارک کھینچ کر گلے میں ڈال دی اور اس زور سے اُسکو کھینچا کہ آپ کا دم گھُٹنے لگا۔ حضرت ابو بکرؓ وہاں کھڑے تھے اُنھوں نے جو یہ کیفیت دیکھی بیتاب ہو گئے اور کہا کہ "کمبختو تم ایک شخص کو صرف اس وجہ سے مارے ڈالتے ہو کہ وہ یہ کہتا ہی کہ میرا رب اللہ پاک ہے حالانکہ اُس شخص نے تم کو خدا تعالی کیجانب سے صاف اور سیدھی باتیں سُنائی ہیں"۔ صدیق اکبر کی مداخلت مشرکوں کو سخت شاق گذری اور سب کے سب آپ کو چھوڑ کر اُن پر ٹوٹ پڑے اور اس قدر مارا کہ اُن کا سر پھٹ گیا اور بیہوش ہو کر گر گئے۔ اتنے میں اُن کے کُنبے کے لوگوں کو خبر ہوئی اور اُنھوں نے آکر حضرت ابو بکر کو کفّار کے نرغے سے چھڑا لیا۔ ایک بار آپ خانہ کعبہ کے پاس ادائے نماز میں مصروف تھے ابو جہل بھی مع چند قریشیوں کے وہاں موجود تھا۔ اتفاقاً کچھ فاصلے پر ایک اونٹ کی تازہ اوجھڑی پڑی تھی ابو جہل کے اشارے سے ایک شخص وہ اوجھڑی اُٹھا لایا اور جس وقت حضرت سرور عالم سجدہ میں گئے آپ کے دونوں شانوں کے درمیان میں رکھدی چونکہ وہ بھاری تھی اسلئے آپ سجدے

سے نہ اُٹھ سکے۔ کفار آپ کی یہ ہیئت دیکھ دیکھکر خوش ہوتے تھے اور قہقہے لگاتے تھے۔ کسی نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا سے جاکر یہ ماجرا بیان کیا وہ دوڑی آئیں اور آپ کی پشت مبارک سے اُس بوجھ کو ہٹایا۔ غرض ایسی بہت سی اذیتیں دن رات کفار آپ کو پہنچاتے تھے مگر آپکا حوصلۂ عالی ان باتوں سے کب پست ہونیوالا تھا آپ ان تکلیفوں کو صبر کے ساتھ برداشت فرماتے اور برابر اپنے رب کے احکام اُسکے بندوں کو سناتے اور مسلمانوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی۔ جب مشرکین نے دیکھا کہ سختی سے کام نہیں نکلتا تو انھوں نے باہم بیٹھ کر مشورہ کیا اور یہ بات قرار پائی کہ آپکو نرمی اور طمع کا فریب دینا چاہیئے اس کام کے انجام کیلئے اُنھوں نے عتبہ ابن ربیعہ کو (جو خوش بیانی وخوش تدبیری میں ضرب المثل تھا منتخب کر کے آپ کی خدمت میں بھیجا عُتبہ نے آپکی خدمت بابرکت میں حاضر ہوکر سلسلۂ کلام یوں شروع کیا" اے میرے بھائی کے بیٹے تم نے باوجود اس قدر شریف النسب ہونیکے اپنے ہی خاندان قریش میں ہلچل ڈالدی اور اُن کے گروہ میں تفرقہ پیدا کردیا اُن کے معبودوں کی مذمت کی۔ اُن کے باپ دادا کو گمراہ بتلایا۔ اور ہم کو سارے ملک عرب میں رُسوا کیا۔ اب تمہیں کوئی جادوگر کہتا ہے کوئی دیوانہ بتاتا ہے۔ غرض قسم قسم کی فضیحت ہورہی ہے اور تمہاری فضیحت سراسر ہماری ہی فضیحت ہے۔ یہ تو کہو کہ تمہارا دلی منشا کیا ہے؟ اور کس لیئے تم نے یہ سارا بکھیڑا کیا ہے؟ اگر خواہش نفسانی کا اثر ہے تو تمام قریش میں تم جس عورت کو پسند کرو ہم تمہارا اُس سے نکاح کردیں۔ اگر محتاجی کا باعث ہے تو ہم

سب ملکر اتنا روپیہ جمع کر دیں گے کہ قریش میں تمہارا کوئی مقابلہ نہ کر سکے گا۔ اگر حکومت کی ہوس ہی تو بسم اللہ ہم آج ہی سے تمکو اپنا بادشاہ بناتے ہیں اور اگر خدانخواستہ کسی خواب وخیال کا فساد ہی تو ہم اپنے خرچ سے اطبائے حاذق کو بلا کر تمہارا علاج کرانے کو تیار ہیں غرض آپ کی جو آرزو ہو ہم اُس کے پورا کرنے کی فکر کریں"۔ جب عتبہ یہ دلفریب گفتگو ختم کر چکا تو آپ نے سلسلۂ کلام شروع فرمایا اور پوچھا کہ "اے عتبہ جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا" ؟ عتبہ نے کہا کہہ چکا۔ اُسوقت آپ نے کلام مجید کے سورۂ حٰمٓ سجدہ کے چار رکوع ابتدائی پڑھے۔ آپ کلام پاک کی تلاوت میں مصروف تھے اور عتبہ کا یہ حال تھا کہ دونوں ہاتھ پیچھے ٹیک کر جھک گیا تھا اور آیات قرآنی کے سننے میں محو ہو رہا تھا۔ جب آپ سجدے کی آیت پڑھ چکے تو سجدہ کیا اور عتبہ سے ارشاد فرمایا کہ "تو کلام الٰہی سن چکا اب جہاں تیرا جی چاہے چلا جا"۔ عتبہ وہاں سے لوٹا تو جس صورت سے آیا تھا اب وہ صورت نہ تھی۔ قریشیوں نے جو اُس کو اس شکل سے آتے دیکھا تو سناٹے میں آ گئے اور کہا کہ خدا خیر کرے عتبہ کی صورت کچھ اور کہہ رہی ہی۔ اتنے میں عتبہ وہاں پہنچ گیا اور کہا کہ "واللہ آج میں نے وہ کلام سنا ہی کہ ساری عمر نہیں سنا قسم ہے رب کی یہ کلام جادو ہی نہ شاعری۔ اے قریشیو میری بات مانو اور اُس شخص کو مت چھیڑو اس کلام کی عظمت و شان بڑی ہونے والی ہی اگر اور قبائل عرب اس کو مغلوب کر لیں تو تم سستے چھوٹے اور اگر وہ اُن کو مغلوب کرلے تو محمدؐ کا غلبہ اور وقار تمہارا ہی غلبہ اور وقار ہو گا۔ قریشیوں نے جو یہ کلام سنا تو جھنجلا کر کہا کہ

بدبخت تو کس لئے گیا تھا اور کیا کر آیا تیرے سر پر بھی محمدؐ کا جادو بولنے لگا۔ اُن بیچارے نے کہا کہ میری جو رائے تھی میں کہہ چکا اب تم جانو اور تمہارا کام۔ مشرکین عرب جس سختی سے آپ کو اذیتیں دیتے تھے اُسی طرح اور مسلمانوں کے درپے آزار رہتے۔ خصوصاً اُن مسلمانوں کو زیادہ تنگ کرتے تھے جنکا کنبہ زبردست نہ تھا یا جو خود کفار کی ملکیت میں تھے۔ قید۔ مارپیٹ۔ بھوک پیاس۔ دوپہر کی لُو کی طپش۔ تپتا ہوا ریت اور جلتے ہوئے سنگریزے۔ یہ وہ اذیتیں تھیں جنکی مار وہ بدبخت خدا کے فرمانبردار بندوں کو دیتے تھے۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ امیہ ابن خلف کے غلام تھے۔ یہ امیہ بڑا سخت کافر تھا اور حضرت بلال کے اسلام پر اُس شقی کو بڑا طیش تھا۔ وہ ظالم اُن کو جلتے ہوئے کنکروں پر لٹاتا اوپر سے ایک بھاری پتھر رکھدیتا اور کہتا کہ اے بلال خوب سمجھ لے تجھ پر یہی تباہی رہیگی یہاں تک کہ تو مر جائیگا۔ دیکھ اب بھی بددینی سے باز آ اور ہمارے بتوں کو مان اور اُن کی پرستش کر۔ حضرت بلال نشۂ توحید میں چور ہو رہے تھے وہ کب اس خرافات یا تکلیف کی پروا کرنے والے تھے۔ اُس پتھر کے نیچے پڑے پڑے فرماتے "احدٌ احدٌ" یعنی میرا معبود یگانہ ہی۔ ایک روز حضرت ابوبکرؓ نے حضرت بلال کو اس بلا میں مبتلا دیکھا تو اُنکا دل بھر آیا اور اُمیہ سے کہا کہ تو کیوں اس بیچارے کو ستاتا ہی؟ اُس نے جھنجلا کر کہا کہ اے ابوبکر تو نے ہی اسکو میرے ہاتھ سے کھودیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ میرے پاس تیرا ہم مذہب ایک غلام نہایت چست وچالاک ہی اُس سے اور بلال سے معاوضہ کرلے۔ اُمیہ نے اس معاملے کو منظور کرلیا اور حضرت

ابوبکر نے بلال پر قبضہ کر کے راہ مولیٰ میں اُن کو آزادی دے دی اِسی طرح حضرت عمّار بن یاسر اُن کے والد اور والدہ اسلام لانے کی وجہ سے کفار کی اذیّتوں میں مبتلا تھے۔ جب دوپہر کو لُو خوب تیز ہو جاتی تو اُن کا آقا اُن کو جنگل میں لیجا کر جلتے ہوئے سنگریزوں پر ڈالتا اور ساری دوپہر اُن کو وہیں پڑا رہنے دیتا۔ بیچارے یاسر اسی عذاب میں وفات پا گئے۔ حضرت عمار کی والدہ کے ایک نازک مقام پر ابوجہل نے ایسا حربہ مارا کہ اُس کے صدمے سے وہ شہید ہو گئیں اور مسلمانوں میں سب سے اوّل شرفِ شہادت ان کو نصیب ہوا۔ انھیں مصیبت زدوں میں ایک افلح تھے۔ اُن کے آقا صفوان نے ایک روز اُن کے پاؤں میں رسّی بندھوا کر خوب گھسٹوایا اس کے بعد گرم پتھروں پر ڈلوا دیا۔ جب اس سے بھی اس کو تسکین نہ ہوئی تو فرطِ طیش میں اُن کا گلا گھونٹ دیا اور جب یہ سمجھ لیا کہ وہ مر گئے تب چھوڑا۔ مگر خداوند تعالیٰ نے اُن کی جان بچا دی۔ ایک بی بی زنیب بھی ان تکلیف پانے والوں میں تھیں۔ ابوجہل نے اُن کو اتنی اذیت دی کہ اُن کی آنکھیں جاتی رہیں جب وہ اندھی ہو گئیں تو اُس شقی نے کہا کہ تو نے لات و عزّیٰ کے قہر کو دیکھا اُنھوں نے کہا کہ نہیں یہ میرے مولا کی مرضی ہی اگر وہ چاہے تو میری آنکھوں کو پھر روشن کر سکتا ہی۔ خداوند تعالےٰ کو اُن کی یہ تسلیم و رضا پسند آئی۔ صبح کو وہ سوتے سے اُٹھیں تو آنکھیں روشن تھیں۔ کفار نے یہ ماجرا دیکھا تو کہا کہ یہ بھی محمدؐ کے جادو کا ایک کرشمہ ہی۔ ان مصیبت زدوں میں سے اکثر کو حضرت ابوبکر نے خرید خرید کر آزاد کر دیا۔

اس طرح اُن کو جانکاہ اذیتوں سے نجات مل گئی۔ جب حضرت سرورِ عالم نے اپنے
امتیوں کی یہ اذیتیں ملاحظہ فرمائیں تو اُن سے فرمایا کہ اے اہل ایمان مکّے کو چھوڑ دو
اور حبش کو ہجرت کر جاؤ وہاں کا بادشاہ اگرچہ نصرانی ہی لیکن نیک دل اور عادل ہی
اُس کے زیر سایہ تم کو امن و آسایش ملے گی۔ مسلمان آپ کا ارشاد سُنکر ہجرت پر
آمادہ ہوگئے اور دس مرد اور چار بیبیاں ہجرت کر کے ملک حبش کو چلی گئیں۔ ان
مہاجرین میں حضرت عثمان اور اُن کی بی بی حضرت رقیہ آنحضرت صلعم کی صاحبزادی
بھی تھیں۔ یہ پہلی ہجرت تھی۔ دوسری ہجرت میں اسیؔ سے زیادہ مسلمان نجاشی کے
زیر سایہ چلے گئے۔ کفار قریش نے جو دیکھا کہ مسلمانوں نے ایک پناہ کی جگہ تلاش
کر لی تو بادشاہ حبشہ کے پاس اپنے ایلچی تحائف لیکر اس درخواست سے بھیجے
کہ ہمارے بھاگے ہوئے اہل وطن ہم کو واپس ملیں مگر نجاشی نے اُن کی استدعا
کو قبول نہیں کیا اور مسلمانوں کو نہایت آسایش سے اپنے سایہ عاطفت میں رکھا۔
ارباب سیر نے لکھا ہی کہ نجاشی کی یہ خدمت خدائے تعالیٰ کو ایسی پسند آئی کہ وفات
کے بعد لوگوں نے سالہا سال اُس کی قبر پر نور دیکھا۔ ایلچی ذلیل و خوار ہو کر حبشہ سے
ناکام واپس آئے تو قریش کو نہایت صدمہ ہوا اور زیادہ اُن کی نفسانیت عداوت
بھڑکی۔ اُنھوں نے ایک مجلس شوریٰ منعقد کی اور یہ امر پیش کیا کہ مسلمانوں کی تعداد
روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ اسلام کو عمر اور حمزہ کے اسلام لانے سے بہت تقویت
ہوگئی ہی اب تک جو کچھ تدبیریں کی گئیں وہ سب ناکامیاب رہیں۔ لہذا اب اور زیادہ

سخت اور زبردست تدبیروں کی ضرورت ہی۔ بہت سی بحث کے بعد یہ رائے قرار پائی کہ بنی ہاشم اور بنی مطلب رسول اللہ کی حمایت سے باز نہیں آتے اور اُن کی حمایت کی وجہ سے ہم مسلمانوں کی اچھی طرح بیخکنی نہیں کر سکتے۔ لہذا اُن سے شادی بیاہ کرنا بالکل موقوف کردو نہ اُن کے ہاتھ کوئی چیز بیچو نہ خریدو۔ اس مضمون کو ایک کاغذ پر لکھا اور سرداران قریش نے اُس پر دستخط کر کے خانہ کعبہ میں آویزاں کر دیا۔ آپ کے کنبے کے لوگوں نے جب سب قبیلوں کو اپنے آپ سے برگشتہ اور اپنی عداوت پر کمربستہ دیکھا تو اپنے سردار ابوطالب کے زیر سایہ پناہ لی اور اُنکی گھاٹی میں جو شعب ابوطالب کے نام سے مشہور تھی محصور ہو گئے۔ یہ وقت آپ پر اور آپ کے خاندان پر نہایت سختی کا تھا۔ بنی ہاشم و بنی مطلب اس درے میں محصور تھے اور تمام قبائل عرب اُن کو گھیرے ہوئے تھے اور بجان و دل کوشش کرتے تھے کہ کھانے یا پینے یا آسایش کی کوئی چیز اُن تک نہ پہنچے۔ ہشام ابن عمر ایک اونٹ پر کھانا لاد کر چپکے سے شب کو لاتا اور بڑی احتیاط اور تدبیر سے گھاٹی میں گھس کر محصورین تک پہنچاتا۔ غرض تین برس تک یہی مصیبت رہی تاہم آنحضرت برابر تبلیغ اسلام میں مصروف رہے۔ وحی کے نزول کا سلسلہ جاری تھا اور آپ خفیہ و علانیہ دعوت اسلام فرماتے تھے آخر بمصداق "عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد" خود کفار میں سے ہی بعض لوگوں کو آل ہاشم پر رحم آیا اور اُنھوں نے کہا حیف ہی کہ ہم عیش و عشرت اور آرام و آسودگی سے بسر کریں اور ہاشم و مطلب کی اولاد پر یہ سختی ہو۔ پس اُنھوں نے

متفق ہوکر ایک موقع پر اُس صحیفۂ خبیثہ کو جو خانۂ کعبہ میں آویزاں تھا چاک کر ڈالا اُسکے
چاک ہوتے ہی سارا فساد مٹ گیا اور آپ مع اپنے خاندان کے محاصرہ سے باہر
تشریف لے آئے۔ اسی عرصہ میں آنحضرت کو دو حادثے عظیم الشان پیش آئے جن کی
وجہ سے قلب مُبارک کو نہایت صدمہ ہوا۔ اوّل تو آپ کے عم غمخوار ابو طالب نے انتقال
کیا اور اُن کے انتقال کے بعد تیسرے ہی دن حضرت خدیجہؓ نے رحلت فرمائی بسبب
دنیا اور طریقۂ عالم کے بموجب ابو طالب اور حضرت خدیجہ کی وجہ سے آپ کو بہت تقویت
تھی اور آپ کے چچا کی ہیبت کے اثر سے کفار بہت کچھ دبے رہتے تھے۔ اگرچہ تکلیفیں پہنچاتے
تھے تاہم عزت یا جان کی طرف خیال نہیں کر سکتے تھے ابو طالب کی رحلت نے اُن کو گویا
آزاد کر دیا اور دل کھول کر آپ کے درپے آزار ہوگئے۔ جب سختی انتہا کو پہونچگئی
تو آپ بھی مکہ کے چھوڑنے پر مجبور ہوئے اور زید بن حارثہ کو ہمراہ لیکر قبیلۂ بنی ثقیف
کے پاس طائف اس اُمید پر تشریف لیگئے کہ شاید اہل طائف کو توفیق ہو اور اسلام
لے آئیں چنانچہ آپ نے بنی ثقیف کے تین سرداروں کے آگے احکام اسلام پیش
فرمائے۔ مگر اُن کے نصیب میں سعادت اسلام نہ تھی بجائے اس کے کہ آپ کی تشریف
آوری کی قدر اور آپ کی اطاعت سے دین و دنیا کی بہبودی حاصل کرتے آپ کو نہایت
دلشکن جواب دیکر مایوس کر دیا۔ آپ نے یہ خیال فرما کر کہ قریش جب میرے یہاں
آنے اور ناکام واپس جانے کی خبر سنیں گے تو اور زیادہ ہنسی اُڑائیں گے اُن سرداروں سے
یہ فرمایا کہ تم نے میرے احکام قبول نہیں کئے تو میرا آنا ظاہر نہ کرنا اور اس کو پوشیدہ

رکھنا۔ آپ کے اس فرمان کی اُن بدبختوں نے یہ تعمیل کی کہ اپنے قبیلے کے احمقوں اور سفلوں کو آپ کے پیچھے لگا دیا۔ اُنھوں نے آپ کو اتنا پریشان کیا کہ آپ کو وہاں سے علیحدہ ہو کر ایک باغ کی چار دیواری میں پناہ لینی پڑی۔ جب بنی ثقیف نے آپ کی مدد نہ کی تو آپ مکّے کو واپس تشریف لائے اور مطعم بن عدی کی پناہ لے کر شہر میں داخل ہوئے۔ اب آپ کو اہلِ مکّہ کے ایمان قبول کرنے سے مایوسی ہو گئی تھی۔ اور آپ نے یہ طریقہ اختیار فرمایا تھا کہ جو قبائل باہر سے ایامِ حج میں آتے اُن کو ہدایت فرماتے اور اس طرح وقتاً فوقتاً آپ نے بہت سے قبائل کو ہدایت فرمائی مگر کسی پر اثر نہ ہوا اور سب اس نعمتِ عظمیٰ سے محروم رہے۔ جب ان قبیلوں کو ہدایت فرماتے تو ابولہب بدبخت آپ کے پیچھے پیچھے رہتا اور جس وقت آپ اپنا ارشاد ختم کر چکتے تو وہ اپنی تقریر شروع کرتا اور کہتا کہ "لوگو کہیں اس شخص کے فریب میں مت آجانا یہ تم سے تمہارے معبود چھڑا دیگا اور تم کو گمراہی اور بدعت کی آگ میں جھونک دیگا۔" آخر خداوند عالم جل شانہٗ کو اپنے برگزیدہ بندے کی نصرت و مدد اور اپنے سچے دین کی اشاعت منظور ہوئی اور اُس نے اُس گوشے سے انصار بھیجے جہاں سے مدد کا کسی کو گمان بھی نہ تھا۔ یہ وہ خدا کے بندے تھے جن کی قسمت میں دینِ حق کے مددگار بننے کی سعادت تھی اور جن کو انصار کا پاک و مبارک لقب ملنے والا تھا۔ روایت ہے کہ ایک سال ایامِ حج میں آپ اُس طرف تشریف لیگئے جہاں مدینے کے لوگ اُترے ہوئے تھے۔ وہاں پہنچ کر آپ نے قبیلۂ خزرج کے سردار سُوید بن صامت

کو کلام مجید سُنایا۔ اُس نے بخلاف اور مشرکین کے اُس کو دل لگا کر سُنا اور سُن کر کہا
ہٰذا کلام حسن۔ حج کر کے سُوید مدینے واپس گیا اور وہاں کسی معرکے میں کام آگیا۔
مدینۂ طیبہ میں عربوں کے دو بڑے گروہ تھے اُوس اور خزرج۔ ان دونوں قبیلوں
میں اُس زمانے میں جھگڑا ہو گیا تھا۔ قبیلہ خزرج کے لوگ مکے کو اس ارادے سے
آئے کہ قریش کو اپنا مددگار بنا کر مخالفین کو نیچا دکھائیں۔ آپ نے جب اُن کی آمد
کی خبر سُنی تو اُن کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا کہ جس مقصد کے حاصل کرنے
کو تم آئے ہو اُس سے بہتر میرے پاس ہے اور یہ فرما کر قرآن مجید اُن کو سُنایا۔ ایک
نوجوان اُس پاک کلام کو سُن کر بول اُٹھا کہ "بیشک قسم ہے رب کی جس کام کو ہم
آئے ہیں اُس سے یہ بہتر ہے۔ لیکن ایک شخص نے اُس کو ڈانٹ کر خاموش کر دیا اور
آپ وہاں سے تشریف لے آئے۔ اتفاق وقت کہ مدینے پہنچ کر اس نوجوان کو بھی
اجل نے مہلت نہ دی اور سُوید کی طرح عدم کو پہنچا دیا۔ اس کے بعد ایام حج میں پھر
آپ نے اہل مدینہ کو دعوت اسلام دی۔ اُنھوں نے دعوت مذکور قبول کی اور آپ پر
ایمان لے آئے۔ یہ لوگ تعداد میں صرف سات تھے۔ اپنے وطن میں پہنچکر اُنھوں نے
اسلام کا تذکرہ کیا اور دین کا چرچا بہت جلد اُس پاک سرزمین کی گلی کوچے میں
پھیل گیا۔ اگلے سال اور شایق وہاں سے آئے اور بارہ آدمیوں نے آپ سے
بیعت کی۔ جب وہ لوٹنے لگے تو آپ نے تعلیم کے لئے اپنے صحابی حضرت مصعب کو
اُن کے ہمراہ روانہ فرمایا۔ غرض مدینۂ طیبہ میں اسلام کا ولولہ اور شوق برابر ترقی

گرتا رہا اور سال بسال وہاں کے باشندے گروہ انصار میں داخل ہونے لگے۔
جب اسلام کو دارالہجرت میں پوری قوت حاصل ہو گئی تو آپ نے اپنے صحابہ کو اجازت
فرمائی کہ مدینے کو ہجرت کر جائیں۔ چنانچہ رفتہ رفتہ مسلمان وہاں جانے لگے اور
حضرت عمر وغیرہ ہجرت کر وہاں پہنچ گئے۔ اسی عرصے میں حضرت ابوبکر نے بھی قصد
ہجرت کیا مگر آپ نے اُن کو اجازت نہیں دی اور فرمایا کہ میں اجازت ہجرت کا منتظر
ہوں تم میری ہمراہ چلنا۔ حضرت سرورِ عالم کی رفاقت کا مژدہ سُن کر حضرت ابوبکر
نے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا اور بدل وجان انتظار وحی کرنے لگے۔ اُن پر شوق رفاقت
وہجرت اس قدر غالب تھا کہ اُسی روز سے دو اونٹ خاص اس سفر کیلئے چگانے
شروع کر دیئے۔ کفار نے جو دیکھا کہ مسلمانوں نے حبشہ کے سوا ایک اور عمدہ موقع
اپنے لئے تلاش کر لیا اور رفتہ رفتہ قابو سے باہر ہوئے جاتے ہیں تو اُن کو وحشت
ہوئی اور دارالندوہ میں مشورے کے لئے فراہم ہوئے۔ اور اس امر کی سخت احتیاط
کی کہ آپ کے عزیزوں میں سے کوئی شخص شریک جلسہ نہ ہو تاکہ آپ کو خبر نہ پہنچے۔ اُس
مجمع میں ابوجہل کی صلاح سے یہ رائے قرار پائی کہ عرب کے ہر گروہ میں سے ایک ایک
مَن چلا جوان انتخاب کیا جائے اور اس طرح جو جوان منتخب ہوں وہ سب ایک دم سے
حضرت سرورِ کونین پر حملہ کر کے معاذاللہ کام تمام کر دیں گے۔ اس تدبیر سے آپ کا خون بہا
تمام قبائل عرب پر پھیل جائیگا اور آپکے کنبے کے لوگ سارے عربوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے
اور بجائے قاتلین کے خون کی دیت یعنی روپیہ لے لیں گے اور یہ قضیہ آسانی

سے طے ہو جائے گا۔ اُن گمراہوں کو یہ خبر نہ تھی کہ دشمن اگر قوی ہست نگہبان قوی تر ہست آپ کا محافظ حافظ حقیقی جل جلالہ تھا۔ چوانان عرب درکنار اگر سارا عالم ایک دم سے تیغ دو دم آپ پر چھوڑتا تب بھی آپ کا بال بیکا نہ ہوتا یہاں کفار میں یہ صلاح ہوئی وہاں آپ پر وحی نازل ہوئی کہ آج ہی شب کو یہاں سے ہجرت کر کے مدینے چلے جاؤ۔ آپ عین دوپہر کے وقت حضرت ابو بکر کے مکان کو تشریف لیگئے۔ صدیق اکبر اسوقت بال بچوں میں بیٹھے ہوئے تھے کہ کسی نے کہا آپ تشریف لاتے ہیں حضرت ابوبکر سنتے ہی بولے کہ یہ بیوقت کی تشریف آوری خالی از وجہ نہیں۔ اسی عرصے میں آپ دروازے پر پہنچے بعد اجازت مکان میں داخل ہوئے اور فرمایا کہ اے ابوبکر ہجرت کا حکم آگیا حضرت ابو بکر نے بیساختہ پوچھا کہ "الصحابۃ یا رسول اللہ" یعنی میری رفاقت کا بھی حکم آیا؟ فرمایا "ہاں"۔ یہ مژدۂ جانفزا سُن کر صدیق اکبر اس قدر خوش ہوئے کہ فرطِ مسرت سے آنسو جاری ہو گئے اور اُسی دم تیاری سفر شروع کر دی۔ ایک رہبر کو مزدوری پر بُلا لیا اور اُس کو ہدایت کی کہ آج سے تیسرے روز یہ دونوں اونٹ غارِ ثور پر لے آنا حضرت ابو بکر کی صاحبزادیوں نے ناشتہ پکایا اور دسترخوان میں لپیٹ کر رکھدیا حضرت ابو بکر کے صاحبزادے عبداللہ بن ابی بکر کو یہ خدمت سپرد ہوئی کہ وہ دن بھر مکہ مکرمہ میں رہکر کفار کے ارادوں کا سُراغ لگائیں اور شب کو غارِ مذکور میں آکر خبر دیا کریں فہیج کو جو حضرت ابو بکر کی بکریاں چراتے تھے یہ حکم دیا گیا کہ شب کو غار کے منہ پر بکریوں کا گلہ لاکر دوہا کریں۔ اسی

عرصے میں شام ہو گئی اور جوانان کفار نے دن کے مشورے کو پورا کرنے کے لئے دولت خانے کا محاصرہ کیا۔ آپ نے کُل وہ امانتیں جو آپ کے پاس تھیں حضرت علی کے سپرد کیں اور اُن کو یہ ہدایت فرمائی کہ میرے چلے جانے کے بعد تم یہ امانتیں مالکوں کو دے کر دینے چلے آنا اور یہ بھی فرمایا کہ شب کو تم میرے بستر پر چادر اوڑھ کر لیٹ رہنا تاکہ کفار بستر خالی نہ دیکھیں۔ ان تمام انتظاموں کے بعد آپ شہر مکہ سے مع حضرت ابو بکر کے روانہ ہوئے۔ نعلین مبارک آپ نے اُتار دی تھیں اور پنجوں کے بل چلتے تھے کہ نقش قدم نمودار نہوں۔ سرزمین مکہ مکرمہ چونکہ پتھریلی ہے اس لئے پائے مبارک فگار ہو گئے آپ کے جان نثار یار غار حضرت ابو بکر سے یہ زحمت نہ دیکھی گئی اور آپ کو اُنھوں نے کندھوں پر سوار کر لیا اور اسی طرح غار ثور کے مُنہ پر لے آئے یہ غار بہت ہی تاریک اور خوفناک تھا اور مشہور تھا کہ اُس میں سانپ اور بچھو بکثرت رہتے ہیں۔ آپ نے اندر تشریف لیجانے کا قصد فرمایا تو حضرت ابو بکر نے کہا کہ ذرا آپ یہاں توقف فرماویں تاکہ اوّل میں غار میں جا کر بند وبست کر لوں۔ چنانچہ آپ نے باہر قیام فرمایا اور صدیق اکبر اندر گئے وہاں پہنچکر ہاتھ سے سوراخوں کو ٹٹولا جو سوراخ ملا اُس کے مُنہ پر اپنا کپڑا اپھاڑ کر لگا دیا یہاں تک کہ سب سوراخ بند کر دئے صرف ایک سوراخ رہگیا تھا کہ اُن کے کپڑے بالکل ختم ہو گئے اور اب اتنا بھی کپڑا نہ رہا کہ اُس سوراخ کے مُنہ کو بند کرتے۔ اُس پر اپنی ایڑی لگائی اور عرض کیا کہ اندر تشریف لے آیئے۔ آپ اندر تشریف لیگئے اور حضرت ابو بکر کی آغوش میں

سر رکھکر استراحت فرمائی۔ جو موذی جانور سوراخ مذکور میں تھے اُنھوں نے حضرت
صدیق اکبرؓ کے پاؤں میں کاٹنا اور ڈنک مارنا شروع کیا۔ اُن کا یہ حال تھا کہ تکلیف
اور درد کی وجہ سے بیتاب ہو ہو جاتے تھے مگر واہ ری جان نثاری کہ نہ ایڑی ہٹائی
کہ سوراخ کھلجائے اور نہ پاؤں کو جنبش دی کہ آپکے آرام میں خلل پڑتا یہانتک کہ
صبح ہوگئی جب صبح کا نور غار میں پہنچا اور آپ بیدار ہوئے تو آپ نے یار غار کا یہ
عالم دیکھا کہ تن پر کپڑا نہ تھا اور گزندوں کے زہر کے اثر سے سارا بدن نیلا پیلا ہو رہا
تھا حیرت سے پوچھا کہ ابو بکر یہ کیا عالم ہے؟ اُنھوں نے سوراخوں کے بند کرنے اور
گزندوں کے کاٹنے کا سارا ماجرا گذارش کیا۔ فرمایا کہ جب تمھارے ڈنک لگے تو
تم نے مجھکو کیوں نہیں جگا دیا؟ عرض کی کہ میرے ماں اور باپ دونوں آپ پر سے
قربان ہوں مجھکو یہ گوارا نہ ہوا کہ آپکے آرام میں خلل انداز ہوتا۔ یہ سُن کر حضرت
رحمۃ للعالمین کی رحمت کو جوش ہوا اور آپنے رب کریم سے اپنے رفیق کی جان نثاری
کا صلہ طلب فرمایا۔ زہے قسمت اُس بندے کی جس کے لئے حضرت سرور عالم صلعم
سفارش فرمائیں اور خالق عالم صلہ بخشے۔ آپنے یہ دعا فرمائی "اللّٰھم اجعل ابابکر
فی درجتی فی الجنۃ" یعنی بار الٰہا میرے رفیق ابو بکر کو جنت میں اسی درجے میں
جگہ دے جو میرے واسطے ہو۔ یہ دُعا غار سے نکلکر سیدھی عرش پر پہنچی اور بارگاہ الٰہی
سے خلعت قبول اُس کو عطا ہوا۔ اُسی دم وحی آئی کہ ہم نے تمھاری دعا قبول کی۔ اس
روحانی تسلی کے بعد آپ نے جسمانی درد کی طرف توجہ فرمائی اور دہن مبارک کا لعاب

اُن کے جسم سے لگا دیا جس نے ساری کلفت دُور کر دی۔ اب مشرکین کا حال سنئے وہ لوگ وقت مقررہ تک برابر دولت خانے کو گھیرے رہے اور پھر ایک دم سے حملہ کرکے اندر گھس آئے۔ اُن کو حملہ آور دیکھ کر حضرت شیر خدا تڑپ کر مقابلے کو کھڑے ہو گئے۔ مشرکین نے جو دیکھا تو بہت جھلائے اور اپنی ناکامیابی پر سخت خجل ہوئے صبح کو حضرت ابوبکر کے گھر پہنچے اور اُن کی صاحبزادی اسماء سے جو اُس وقت بہت کم عمر تھیں پوچھا کہ تمہارا باپ کہاں ہے؟ اُنھوں نے کہا مجھکو معلوم نہیں ابوجہل رات کی ذلت سے طیش میں بھرا ہوا تھا یہ جواب سُن کر اُس نے اُس معصوم کے مُنہ پر اس زور سے تھپڑ مارا کہ پانچوں اُنگلیاں رُخسارے پر اُچھل آئیں اور کان سے آویزہ نکل کر دُور جا پڑا۔ جب حضرت ابوبکر کے گھر کچھ خبر نہ ملی تو شہر سے باہر تلاش کو نکلے۔ کچھ دُور تک تو سُراغ چلا مگر آگے چلکر گُم ہو گیا۔ سُراغ رساں نے بجائے مشاہدے کے قیاس سے کام لیکر کہا کہ ہو نہو ہمارا مقصود اس غار سے آگے نہیں گیا ہے۔ لیکن اُس ہیبتناک غار کی صورت ایسی تھی کہ مشرکین کو گمان بھی نہیں ہوا کہ اس کے اندر کوئی انسان جا سکتا ہے۔ وہ اثنائے تلاش میں ایک مرتبہ اُس غار کے مُنہ پر سے گزرے۔ حضرت ابوبکر نے جو یہ دیکھا تو مضطرب ہو کر کہا "یا رسول اللہ کافروں نے آلیا"۔ آپ نے اُن کی تسلّی کی اور فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ اے ابوبکر کچھ غم مت کرو بیشک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ غرض کفار تلاش کرتے کرتے تھک گئے اور ناکام اپنے اپنے گھروں کو واپس ہوئے۔ جب کافروں کا شور و غوغا کم اور ہنگامہ

فروہوا تو تین شبانہ روز کے بعد آپ غار سے باہر تشریف لائے اور اونٹوں پر سوار ہو کر مدینہ طیبہ کو روانہ ہوئے۔ ایک اونٹ پر آپ او رصدیق اکبرؓ تھے دوسرے پر آپ کے صحابی حضرت عامر اور رہبر۔ جو راستہ سمندر کے کنارے کنارے مدینہ منورہ کو جاتا ہے اُس راستہ کو پسند فرمایا اور ایک دن رات برابر کوچ فرماتے رہے۔ دوسرے روز جب دھوپ تیز ہو گئی تو ایک چٹان پر استراحت فرمائی۔ آپ آرام میں تھے کہ صدیق اکبر بکری کا دودھ تلاش کرکے لے آئے۔ جب آپ بیدار ہوئے تو وہ دُودھ نوش فرمایا اور پھر روانہ ہوئے۔ قریشیوں نے یہ اشتہار دیدیا تھا کہ جو کوئی آپ کو اور حضرت ابوبکر کو معاذ اللہ قتل کردے یا قید کر لائے اُس کو سو اونٹ اعلیٰ درجہ کے انعام میں دئے جائیں گے۔ اس اشتہار نے قبائل میں ایک غلغلہ ڈالدیا تھا اور سب کو یہ ہوس تھی کہ ہم اس کام کو کرتے اور انعام لیتے۔ ایک قبیلے میں بریدہ بن خصیبؓ تھے اُنھوں نے جو اس انعام کا حال سُنا تو اپنے قبیلے سے مع ستر سواروں کے روانہ ہوئے اور راستے میں آپ سے جا ملے۔ آپ کی نگاہ اُن پر پڑی تو استفسار فرمایا کہ "من انت" یعنی تم کون ہو؟ بریدہ نے کہا "بریدۃ بن الخصیب" آپنے صدیق اکبر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "برد امرنا" یعنی ہمارا کام بن گیا۔ پھر بریدہ سے فرمایا کہ کس قبیلے کے ہو؟ اُنھوں نے کہا قبیلہ بنی سلیم میں رہتا ہوں۔ آپنے فرمایا "سلمنا" یعنی ہمنے سلامتی پائی۔ غرض اسی طرح آپ اُن سے لطیف مکالمہ فرماتے رہے بُریدہ نے جو یہ لطافت کلام اور شیرینی بیان دیکھی دل وجان سے شیدا ہو گئے

اور پوچھا کہ ”آپ کون ہیں“ آپ نے فرمایا ”محمد بن عبداللہ خدا کا رسول“ یہ سنتے ہی
بُریدہ کلمہ شہادت پڑھ کر بصدق دل مسلمان ہوگئے اور شب کو آپ کی خدمت میں حاضر
رہکر فیضان صحبت سے مالا مال ہوئے۔ صبح کو اُن کی طبیعت میں اور ہی ولولہ اور قلب میں
اور ہی جلوہ تھا۔ جوش جان نثاری میں عرض کی کہ یا رسول اللہ یہ کب مناسب ہے
کہ آپ سفر فرمائیں اور آپکے آگے پھریرا نہ ہو۔ یہ کہکر اپنا عمامہ سر سے اُتارا اور نیزے
میں باندھ کر آگے آگے رواں ہوئے۔ راستے میں حضرت زبیرؓ مع قافلے کے شام سے
لوٹتے ہوئے شرف حضوری سے مشرف ہوئے اور سپید کپڑے نکال کر آپ کو اور
صدیق اکبر کو پہنائے۔ اہل مدینہ کا یہ عالم تھا کہ جب سے حضور سرور عالم کی آمد آمد کا
مژدہ جانفزا سنا تھا ہر روز شہر سے باہر آتے اور دوپہر تک آپکا انتظار کرتے۔ ایک
روز اہل مدینہ انتظار کے بعد گھروں کو واپس جا چکے تھے ایک یہودی اپنی گڑھی کے
اوپر کھڑا تھا کہ اُس کو دُور سے کچھ شتر سوار نظر آئے قیاس سے وہ سمجھ گیا کہ یہ
وہی ہیں جنکا مدنیوں کو انتظار رہتا ہے یہ سوچ کر باآواز بلند چلایا کہ اے لوگو جن کا
تم کو انتظار تھا وہ آپہنچے۔ اہل مدینہ کے اُس وقت کے جوش کا کیا حال بیان
ہوسکتا ہے سب کے سب اپنے اپنے ہتیار لیکر بیتابانہ گھروں سے نکل آئے۔ حرّہ کے
موقع پر پہنچ کر شرف قدمبوسی سے مشرف ہوئے اور مرحبا کہکر خیر مقدم کیا۔ مرد تو مرد
عورتوں اور بچوں کا فرط مسرت سے عجب عالم تھا۔ عورتیں دف بجاتی تھیں اور نعتیہ اشعار پڑھتی تھیں
مدینہ شریف پہنچکر آپنے تین دن شہر سے باہر قیام فرمایا اور مسجد قبا اُس موقع پر قایم فرمائی۔ تیسرے

روز حضرت شیر خدا بھی آپ سے آملے۔ جب آپ شہر کے اندر رونق افروز ہوئے تو ہر شخص
کی یہ تمنا تھی کہ آپ اُسی کے گھر کو قدوم سے سرافراز فرمائیں آپ نے فرمایا کہ اونٹنی کو
غیب سے حکم ہو چکا ہی جہاں وہ بیٹھے گی وہیں میرا قیام ہو گا۔ چنانچہ آپ کی اونٹنی اُس
موقع پر جاکر بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبوی ہے اور آپنے اُسی مقام پر حضرت ابوایوب
انصاری کے مکان میں قیام فرمایا۔ سات مہینے آپ مکان مذکور میں قیام فرما رہے

غزل نعتیہ

تمنا ہے تمنائے مدینہ	تماشا ہے تماشائے مدینہ
مرے سر میں ہی سودائے مدینہ	مرے دل میں تمنائے مدینہ
بناؤں خاک اُس کی سُرمۂ چشم	خدا دکھلائے صحرائے مدینہ
ہی اُس دل میں یقیناً نور ایماں	ہو جس دل میں تولّائے مدینہ
شرف ہی عرش پر اُس کی زمیں کو	عجب ہی شان والائے مدینہ
غلامی اپنی رشکِ سروری ہی	مرا آقا ہے مولائے مدینہ
سراسر ابرِ رحمت چھا رہا ہے	ہی سایہ حق کا بالائے مدینہ
نثار اُس سر پہ سو ہوش و خرد ہیں	ذرا ہو جس میں سودائے مدینہ
تماشا گاہ عبرت ہیں یہ آنکھیں	نہ دیکھیں گر تماشائے مدینہ
جمال اُس میں ہی کس کا جلوہ فرما	ذرا دیکھو تو سیمائے مدینہ
قسم رب کی وہ پتھر سے ہی بدتر	نہو جس سر میں سودائے مدینہ

میرے دل میں یہ حسرت آرزو ہے ... کہ دیکھوں میں تجلائے مدینہ

دیگر

دلم سرمست و شیدائے مدینہ ... سرم سرشار سودائے مدینہ
بکیشِ پاکبازانِ محبت ... بہ از خلد است صحرائے مدینہ
صفائے چشم بخشد خاک راہش ... جلائے دل تجلائے مدینہ
شرف بر عرشِ اعظم خاک او را ... گرامی شان والائے مدینہ
ز فرطِ شوق از بہرِ نبی شد ... ہمہ آغوش درہائے مدینہ
پناہ از فتنہ یابم گر بیابم ... تہِ دامانِ صحرائے مدینہ
بود مثلِ کریماں چشم براہ ... پئے مہمان درہائے مدینہ
بسازم خاکِ پاکش سرمۂ چشم ... رسم چوں من بصحرائے مدینہ
غلامانِ ترا حسرت غلامے ... بحالش رحم مولائے مدینہ

دیگر

دلم جوید تجلائے مدینہ ... سرم خواہد تماشائے مدینہ
ز نورِ حق جہاں را کرد معمور ... زہے فیضِ تجلائے مدینہ
بشانِ خود بنازم گر بخفتم ... بزیرِ پائے سگہائے مدینہ
خوشا وقتیکہ جانم را نوازد ... نسیمِ راحت افزائے مدینہ
چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک ... نباشد خلد ہمتائے مدینہ

شود تصویر جنت پردہ چشم	چو بیند حسن زیبائے مدینہ
ملائک عزم او از آسماں کرد	زہے سرکار و الائے مدینہ
مرائے کاشکے حسرت بخواند	غلام خویش مولائے مدینہ

اسی عرصے میں آپ نے مسجد نبوی بنوائی بلکہ بنائی آپ بنفس نفیس اینٹیں سر مبارک پر رکھ کر لاتے اور آپ کے ساتھ سارے مہاجرین و انصار اینٹیں ڈھوتے اُس وقت جو مسجد تیار ہوئی کچی اینٹ کی تھی۔ چھت اور ستون کھجور کی لکڑی کے تھے بلندی صرف ایک قد آدم تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر ہاتھ اُٹھاتا تو چھت سے جا لگتے ظاہری حالت تو اس مسجد کی یہ تھی مگر جو انوار اور فیوض الٰہی اس بقعہ پاک پر اُس سادگی میں نازل ہوئے اُن کا ہزاروں بلکہ لاکھواں حصہ بھی کسی عالیشان پر شوکت عمارت کو نصیب نہ ہوا ہوگا اور نہ اب قیامت تک نصیب ہوگا۔ اُس کا سا عالی رتبہ امام اور اُس کے سے پاک مشرب مقتدی نہ کسی مسجد کو نصیب ہوں گے نہ یہ مرتبہ ملیگا تیاری مسجد کے بعد آپ نے مہاجرین و انصار کے مابین مواخات کا سلسلہ قایم فرمایا یعنی یہ ہدایت کی کہ باہم بھائیوں کا سا برتاؤ کریں۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالے عنہم اجمعین کی جان نثاری و فرمانبرداری کے حالات پڑھ کر اُن کے حال پر آفرین اور اپنے حال پر نفرین بے اختیار دل سے نکلتی ہے۔ اس بھائی بندی کے تعلق کو آپ کے ارشاد کی تعمیل میں پوری صدق دلی سے پورا فرمایا۔ لکھا ہے کہ حضرت عبدالرحمن ابن عوف اور حضرت سعد بن ربیع انصاری کے باہم آپ نے عقد مواخات قایم

فرمایا تھا۔حضرت سعد اپنے دینی بھائی کو گھر لیگئے اور فرمایا کہ بھائی میں بہت مالدار ہوں نصف اپنا مال تم کو دوں گا۔ دو بی بی ہیں ایک کو طلاق دیئے دیتا ہوں بعد عدّت تم اُس سے نکاح کر لینا۔حضرت عبدالرحمن نے فرمایا کہ بھائی تم کو تمہارا مال اور تمہاری بیبیاں مبارک رہیں مجھکو حاجت نہیں۔ یہ سُن کر حضرت سعد اپنے ارادے سے باز رہے۔آپ کے مدینۂ منورہ پہنچ جانے کے بعد کفار مکّہ چونکہ اُس قسم کی اذیّتیں آپ کو اور اپنے اصحاب کو نہیں پہنچا سکتے تھے جس قسم کی مکہ مکرمہ کے قیام کے زمانے میں پہنچاتے تھے اسلئے اُنھوں نے دوسرا راستہ اختیار کیا اور مسلمانوں پر لشکرکشی شروع کی۔اور اس طرح ایک نیا دور تاریخ اسلام میں قائم ہوا یعنی غزوات کا دوسرے سال ہجرت میں ابوجہل وغیرہ مشرکین مکہ نے مدینۂ طیّبہ پر چڑھائی کی جب آنحضرت کو اُن کے ارادے کی خبر ہوئی تو آپ نے مدینۂ منورہ سے باہر تشریف لاکر اُن کا مقابلہ کیا۔ یہ غزوہ ایک پانی کے کنارے پر ہوا تھا جو "بدر" کے نام سے مشہور ہے اس وجہ سے اس لڑائی کا نام "غزوۂ بدر" ہے۔ کفار ساڑھے نو سو آدمی لیکر حملہ آور ہوئے تھے۔ اور آپکے ہمراہ کچھ اوپر تین سو آدمی تھے یعنی لشکر کفار کی ایک تہائی۔مسلمانوں کے لشکر میں صرف ایک یا دو گھوڑے اور ستّر اونٹ تھے۔ اونٹوں پر دو دو تین تین آدمی سوار تھے باوجود اس کے کہ لشکر کفار تعداد میں تگنا اور ساز و سامان سے درست تھا اور مسلمان تعداد میں کم اور محض بے سر و سامان تھے مگر اُن کے دل نور ایمان کے اثر سے قوی اور ہمتیں حمیت اسلامی کی تاثیر سے بلند تھیں اسلئے مقابلۂ شدید کے بعد مسلمان فتحیاب

ہوئے۔ سرگروہ مشرکین ابوجہل اسی غزوے میں قتل ہوا۔ سترھویں تاریخ رمضان المبارک
کو یہ فتح مسلمانوں کو حاصل ہوئی۔ اس غزوے کی وجہ سے اسلام کے قدم مضبوط ہو گئے
تمام غزووں پر اس غزوے کو فضیلت ہے اور جو صحابہ کرام اس غزوے میں شریک تھے
وہ سب صحابہ سے افضل ہیں۔ تیسرے سال پھر کفار نے چڑھائی کی۔ چونکہ غزوۂ بدر میں
ذلیل ہو کر مکہ واپس گئے تھے اس مرتبہ بڑے ساز و سامان اور دعوے کے ساتھ آئے۔
اکثر سرداروں کی بیبیاں اس غرض سے ساتھ آئی تھیں کہ اپنے شوہروں کو میدان
سے بھاگنے نہ دیں اور اُن کے موجود ہونے سے مردوں کو شرم آئے اور فرار نہ ہوں
یہ معرکہ مدینۂ طیبہ کے قریب ایک پہاڑ پر ہوا تھا جس کا نام اُحد ہے اسلئے یہ لڑائی غزوۂ
اُحد کے نام سے مشہور ہے۔ کفار کے لشکر میں تین ہزار آدمی تھے آنحضرت ایک ہزار
آدمی اُن کے مقابلے کے واسطے لیکر روانہ ہوئے۔ مدینۂ منورہ کے کفار چونکہ ایسے
سخت و دلیر نہ تھے جیسے مکۂ مکرمہ کے اور نیز انصار کی قوت کی وجہ سے علانیہ مخالفت
کر بھی نہیں سکتے تھے لہٰذا اُنھوں نے ایک جدا طریقہ اختیار کیا تھا یعنی بظاہر کلمہ پڑھ کر
مسلمان ہو جاتے نماز پڑھتے اور اور احکام اسلام ظاہری طور پر بجا لاتے مگر دل میں
کافر رہتے اور چُپکے چُپکے اسلام کی مخالفت اور کفار کی حمایت کرتے اس گروہ کا نام
منافقین تھا اور عبد اللہ ابن ابی سلول ان کا سردار تھا۔ اُحد کو جب ایک ہزار مسلمان
روانہ ہوئے تو راستے میں عبد اللہ مذکور نے اپنی فطرت سے مسلمانوں کے لشکر میں
تفرقہ ڈالدیا اور ایک ثلث آدمیوں کو لیکر واپس چلا آیا اس طرح آپکے ہمراہ قریباً

سات سو آدمی رہگئے جو لشکر کفار کے چوتھائی بھی نہ تھے۔ غزوۂ احد میں بڑا سخت معرکہ پیش آیا۔ خود حضرت سرورِ عالم زخمی ہوئے چہرۂ نورانی پر زخم آیا اور دندان مبارک شہید ہو گیا آپ کے پیارے چچا حضرت سید الشہدا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جن کے اسلام لانے سے اسلام کو بڑی قوت پہنچی تھی اسی غزوے میں شہید ہوئے اور چونکہ کفار کے دل میں اُن کی طرف سے بڑا بخار بھرا ہوا تھا اسلئے اُن کی نعش مبارک کی بڑی بیحرمتی کی کان اور ناک کاٹ لئے۔ ایک عورت نے جس کے باپ کو حضرت حمزہؓ نے قتل کیا تھا جگر نکال کر کچّا چبا لیا۔ کفار کی طرف کے بھی بڑے بڑے لوگ اس معرکے میں مقتول ہوئے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ صرف عبد الدار کی اولاد میں سے دس آدمی مارے گئے۔ معرکۂ شدید کے بعد خداوند تعالےٰ نے فتح اپنے فرمانبردار بندوں کو عطا فرمائی اور کفار ہزیمت پاکر روسیاہ ہوئے۔ روایت ہے کہ جب شمع رسالت کے پروانے صحابیوں نے چہرۂ مبارک خون آلودہ اور دندان مبارک شہید دیکھا تو اُن کو بیحد صدمہ ہوا اور جوش ملال میں عرض پرداز ہوئے کہ "یا رسول اللہ ان حق ناشناسوں کے حق میں دعائے بد فرمایئے تا کہ وہ اپنے اعمال بد کی سزا پائیں" حضرت رحمۃ للعالمین نے اپنے فدائیوں کی عرض سنکر فرمایا کہ خداوند عالم نے مجھکو بد دعا کرنے اور لعنت کرنے کے واسطے مبعوث نہیں کیا آیۂ رحمت بنا کر بھیجا ہے میرا کام خیر خواہی اور دعائے خیر کرنا ہے۔ اس ارشاد کے بعد یہ دعا اپنے اعداء کے حق میں فرمائی "اللّٰھم اھد قومی فانھم لا یعلمون" یعنی بارالٰہا میری قوم کو ہدایت دے ابھی وہ سمجھتے نہیں ہے

رحمی خدائے راکچق زارے حاتم	اے رحمت خدائے بحق جہانیاں
توکہ بادشمناں نظر داری	دوستاں راکجا کنی محروم

شہدائے اُحد کے فضائل میں آپ نے ارشاد فرمایا ہی کہ جب وہ خلعت شہادت سے سُرخ رو ہوئے تو خداوند تعالیٰ نے اُن کی ارواح کو سبز طیور کے قالب میں منتقل فرمایا۔ وہ طیور ہر روز چشمہ ہائے جنت کے پانی سے سیراب ہوتے ہیں اور میوہ ہائے بہشتی سے سیر۔ آزادی سے باغہائے فردوس کی سیر کرتے ہیں اور جب اس سے فارغ ہوتے ہیں تو سایۂ عرش میں طلائی قندیلوں میں آرام گزیں ہوتے ہیں۔ یہ نعمتیں دیکھ کر اُن کو تمنا ہوئی کہ کاش ہمارے بھائیوں کو ہمارے ناز و نعم کی اطلاع ہوتی اور وہ دل وجان سے اور زیادہ حمایت دین میں کوشش کرتے خدائے تعالیٰ نے اُن کی یہ آرزو بھی پوری فرمائی اور یہ آیۂ پاک اپنے حبیب کے پاس بھیجی "وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَاۤءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَاۤ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ"* کفار مکہ میں ان معرکوں کے بعد حملہ آور ہونے کی ہمت نہیں رہی تھی اسلئے وہ ساکت ہوگئے۔ کچھ زمانے کے بعد اُن کفار یہود نے جو نواح مدینۂ طیبہ میں تھے آپ کے مقابلے کی تیاری کی تمام قبائل عرب میں گشت کرکے اُن کو لڑائی پر آمادہ کیا اور دس ہزار آدمیوں کی جماعت سے

*یعنی جو لوگ راہ خدا میں قتل کیے گئے ہیں اُن کو مردہ مت گمان کرو بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں اور حال یہ ہے کہ اُن کو رزق دیا جاتا ہی اور جو کچھ خدا اپنے فضل سے اُن کو عطا فرماتا ہے اُس سے وہ خوش ہیں ۱۲

مدینہ طیبہ پر حملہ کرنے کو آمادہ ہوئے۔ آپ کو جب اس منصوبے کی خبر ہوئی تو حضرت سلمان فارسی کے مشورے سے مدینۂ منورہ کے گرد خندق کھدوانے کا اہتمام کیا تاکہ کفار کے حملے سے وہ بقعۂ پاک محفوظ رہے۔ آپ خود دستِ مبارک میں پھاوڑہ لیکر زمین کھودتے تھے اور سارے اصحاب اس کام میں مصروف تھے۔ خندق کی کھدائی اس طرح تقسیم فرمائی تھی کہ ہر دس آدمیوں کو چالیس گز زمین کھودنے کے لئے دی گئی اُن کے کھودنے کا اس قدر اہتمام تھا کہ کوئی شخص سوائے حاجت ضروری کے وہاں سے نہ ہٹتا اور وہ بھی آپ کی اجازت کے بعد۔ روایت ہے کہ جس جگہ حضرت سلمان فارسی رضؓ اور اُن کے رفقا خندق کھود رہے تھے وہاں ایک پتھر کی چٹان نکل آئی اور ہر چند ان پاک مزدوروں نے زور لگایا وہ چٹان جگہ سے نہ ٹلی آخر حضور نبوی میں آکر عرض پرداز ہوئے آپ نے قدم رنجہ فرمایا اور تین ضربیں اُس سنگ سخت پر ماریں ہر ضرب میں ایک نور اُس پتھر سے نکلتا تھا اور آپ تکبیر فرماتے تھے تیسری ضرب میں وہ پتھر پارہ پارہ ہوگیا اور آپ اپنے مقام پر واپس تشریف لے آئے حضرت سلمان رضؓ نے اُس نور کی کیفیت پوچھی جو اُس پتھر سے نکلا تھا تو آپ نے فرمایا "پہلی مرتبہ کے نور میں کسریٰ اور بادشاہان حیرہ کے قصر نمایاں ہوئے دوسری میں شام و روم کے تیسری میں یمن کے اور جبریل نے مجھکو بشارت دی کہ آپ کی اُمت ان سب پر غالب ہوگی اب میں سب مسلمانوں کو بشارت دیتا ہوں"۔ اہل اسلام یہ مژدۂ روح افزا سنکر باغ باغ ہوگئے۔ اس خندق کی تیاری میں آپ نے ایسا اہتمام فرمایا کہ کفار کے پہنچنے سے

پہلے تیار ہوگئی۔ کفار کے لشکر نے وہاں پہنچ کر محاصرہ کرلیا اور بیس روز تک محاصرہ کئے رہے مگر مسلمانوں کی جوانمردی کے سبب سے خندق کے اندر داخل نہ ہوسکے آخر کا حضرت نعیم بن مسعودؓ کی دانائی سے لشکر کفار میں تفرقہ پڑگیا اور سب کے سب محاصرہ چھوڑ کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے اُن کے جانے کے بعد آپ نے فرمایا کہ اب کبھی کفار ہمپر حملہ نہیں کریں گے بلکہ ہم اُن پر حملہ آور ہوں گے۔ چنانچہ اس کے بعد پھر کبھی کفار مدینۂ طیبہ پر چڑھ کر نہیں آئے اور آج تک خدا کے فضل سے یہ پیشین گوئی سچی ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ تا قیام قیامت سچی رہیگی ۸ سنہ ہجری میں آپ نے دس ہزار جوانوں کے ساتھ مکۂ معظمہ کا قصد فرمایا اور بدون لڑائی کے اس بلدۂ طیبہ پر مسلمان قابض ہوگئے۔ فتح مکہ نے کفار عرب کا بالکل استیصال کردیا اور اسلام سرزمین عرب میں دن دونی رات چوگنی ترقی کرنے لگا اسی سال حضرت خالد بن ولید اور حضرت عمرو بن العاص وغیرہ اسلام لائے قبائل عرب جوق جوق اور گروہ درگروہ خدمت بابرکت میں حاضر ہوتے تھے اور شرف اسلام سے مشرف چنانچہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے " اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا " مکۂ مکرمہ کی فتح کے بعد طائف پر لشکر اسلام نے چڑھائی کی اور اس سرزمین کو بھی فتح کرلیا۔ ان فتوح سے فارغ ہوکر آپ نے مع الخیر والعافیت مدینہ طیبہ کو مراجعت فرمائی۔ وہاں آپ کو واپس تشریف لائے ہوئے سات مہینے ہوئے تھے کہ شام سے ایک قافلہ تجار لوٹ کر آیا اور اُس نے

خبر دی کہ ہرقل روم کا شہنشاہ چالیس ہزار فوج مسلمانوں کے مقابلے پر بھیجنے کی تیاری کر رہا ہے۔ تمام وہ نصرانی عرب جو اُس کی عملداری میں ہیں معاونت پر کمربستہ ہیں اور لشکر روم کے ساتھ ہوں گے۔ یہ خبر سُن کر آپ نے قصد فرمایا کہ اُس کے حملے سے قبل خود تشریف لیجا کر ہرقل کے شر کو دفع فرمائیں۔ چنانچہ مسلمانوں کو تیاری کا حکم فرمایا۔ یہ غزوہ تمام گذشتہ غزووں سے بعض پہلوؤں پر لحاظ کرنے سے زیادہ سخت تھا۔ اول تو پہلے جتنے غزوے تھے وہ سب قبائل عرب کے مقابلے میں تھے یہ لڑائی ایسے بادشاہ کے مقابلے میں تھی جو اُس وقت روئے زمین کے بادشاہوں میں نام آور و زبردست تھا۔ منزل بہت دُور دراز تھی اور چونکہ وہ زمانہ قحط کا تھا لہذا عامہ مسلمین بہت ہی پریشان حال اور افلاس رسیدہ تھے۔ اسی سے اس مہم کا نام "جیش العسرۃ" ہے۔ موسم بہت گرم تھا اور جس راستے سے جانا تھا اُس میں پانی کی نہایت دقت تھی۔ مدینہ منورہ کی کھجور ریختہ ہو چکی تھی اور رسم یہ تھی کہ اہل مدینہ اس موسم میں گھر سے باہر نہیں جاتے تھے بلکہ وہیں رہتے اور کھجوروں کے سائے میں بیٹھ کر اپنے نخلستان کی پیداوار فروخت کرتے احباب و عزیز و قریب کو کھلاتے۔ مستحقین کو تقسیم کرتے۔ ان تمام اسباب کے جمع ہو جانے سے لوگوں کو یہ غزوہ بہت ہی سخت معلوم ہوتا تھا۔ مگر جس وقت فرمان نبوی صادر ہوا فوراً مستعد ہو گئے اور بجان و دل تیاریِ سامان کرنے لگے۔ آپ نے مالدار مسلمانوں کو سامان لشکر کی تیاری کے لئے مال خرچ کرنے کی ترغیب فرمائی۔ جو جوش اُس وقت خدا کے پاک

بندوں نے مال خرچ کرنے میں ظاہر کیا اور جس ہمت سے صدقات دیئے وہ ان کی قوت ایمان کی روشن دلیل ہے جس وقت آپ نے فضائل صدقہ بیان فرمائے تو اتفاق سے اُس وقت حضرت عمر کے پاس بہت سا مال تھا۔ اُنھوں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر میں ابو بکر سے کسی دن نیک کام میں بڑھ سکتا ہوں تو وہ آج کا دن ہے۔ آج میں اتنا مال دوں گا کہ وہ نہ دیکیں گے یہ سوچ کر مکان کو گئے اور اپنا آدھا مال راہ خدا میں خرچ کرنے کو نکال لائے اور حضور نبوی میں پیش کیا آپ نے استفسار فرمایا کہ اے عمر بال بچوں کے لئے کیا چھوڑ آئے؟ جواب دیا کہ یارسول اللہ اسی قدر اسی عرصے میں حضرت ابو بکر صدقہ لیکر آئے اور نظر اشرف سے گزرانا آپ نے اُن سے بھی دریافت فرمایا کہ اے ابو بکر بال بچوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو؟ صدیق اکبر نے عرض کی کہ خدا اور خدا کا رسول یعنی کچھ مال ظاہری نہیں چھوڑا۔ حضرت عمر اُس وقت موجود تھے یہ جواب سُن کر کہا کہ اے ابو بکر میں تم سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا۔ حضرت عثمان غنی نے اُسی زمانے میں اپنے مال تجارت کا ایک قافلہ شام کو بھیجنے کیلئے تیار کیا تھا جب اس غزوے کی تیاری شروع ہوئی تو قافلے کی روانگی ملتوی فرمادی اور وہ سب مال لشکر کی تیاری میں لگا دیا۔ اُنھوں نے تین سو اونٹ با ساز و سامان اور ایک ہزار اشرفیاں تیاری فوج کے واسطے دیں جو لوگ مالدار نہ تھے وہ بھی اپنی ہمت کے جوہر دکھا رہے تھے۔ حضرت ابو عقیل انصاری پونے دو سیر کھجوریں لیکر خدمت شریف میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ رات میں نے تمام شب

پانی کنوئیں سے کھینچ کر لوگوں کو پلایا مزدوری میں مجھکو ساڑھے تین سیر کھجوریں
ملی تھیں۔ آدھی بال بچوں کے لئے چھوڑ آیا ہوں اور آدھی لشکر اسلام کے لئے
دیتا ہوں۔ آپ نے اُن کے اخلاص کی یہ قدر دانی فرمائی کہ اُن کے صدقے
کو سارے صدقوں کے اوپر پھیلوا دیا۔ اگرچہ اہل ہمت نے بہت ہمت کی تھی
تاہم ایسے عظیم الشان لشکر کی تیاری پورے طور پر ہونی دشوار تھی اور بالآخر
سواریوں کی کمی رہگئی۔ روایت ہی کہ چند صحابی حاضر خدمت شریف ہوئے
اور عرض کی کہ یارسول اللہ سواری ملے تو یہ خادم بھی ہمرکاب چلیں آپ نے
فرمایا میں تمہاری فرمایش پوری کرنے سے مجبور ہوں یعنی کوئی سواری موجود
نہیں۔ وہ صحابی اپنی محرومی پر نہایت مغموم ہوئے اور روتے ہوئے خدمت
شریف سے اُٹھ آئے۔ بعض اہل ہمت نے اُن کے حال پر رحم فرماکر اُن کے لئے
سواری کا بندوبست کر دیا۔ غرض آپ تیس ہزار آدمیوں کی جمعیت سے اس مہم پر
روانہ ہوئے۔ منافقین نے اس موقع پر بھی ساتھ نہیں دیا اور سخت کوشش کی کہ
مسلمانوں کو بھی بددل کر دیں مگر اس میں کامیاب نہیں ہوئے۔ سواریوں کی
لشکر میں اتنی کمی تھی کہ ایک اونٹ اٹھارہ صحابیوں کے حصے میں آیا تھا جو باری
باری سے اُس پر سوار ہوتے تھے۔ راہ میں پانی کی کمی نے اہل لشکر کو نہایت
پریشان کیا۔ باوجود سواری کی قلت کے اونٹ ذبح کئے جاتے تھے اور اُن کے
معدے اور آنتوں میں جو کچھ پانی نکلتا اُس سے اہل لشکر اپنے لب تر کر لیتے۔

اس وقت و تکلیف کے ساتھ یہ لشکر تبوک پہنچا اور وہاں آپ نے مع لشکر دس دن قیام فرمایا مگر کوئی دشمن مقابل نہ ہوا۔ اُس نواح میں جو کفار تھے اُن پر آپ نے جزیہ مقرر فرمایا اور تبوک میں ایک مسجد تعمیر فرمائی۔ اس انتظام کے بعد بخیر و عافیت مدینہ طیبہ کو مراجعت فرما ہوئے۔ یہ غزوہ آپ کا اخیر غزوہ تھا کیونکہ پھر آپ کسی غزوے میں شریک نہیں ہوئے۔ اس مقام پر یہ امر قابل گذارش اور لایق غور ہی کہ مدینہ طیبہ کے دس برس کے قیام میں حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کفار کے مقابلے میں چھپتر لشکر روانہ فرمائے جن میں سے ستائیس میں خود بنفس نفیس شرکت فرمائی اور اڑتالیس پر صحابہ کو سردار کرکے بھیجا۔ یہ مدینہ منورہ کے دس برس کے قیام کا حال ہی۔ مکہ مکرمہ میں تیرہ برس جو جو زحمتیں برداشت فرمائیں اور تکلیفیں اُٹھائیں اُن کا تھوڑا سا حال آپ پہلے سن چکے۔ بھائی مسلمانو! حضرت سرور کونین نے یہ ساری بلائیں اور صعوبتیں کیوں سہیں؟ صرف اسلئے کہ کلمۂ دین کا بول بالا ہو اور اسلام رواج پائے حیف ہم امتیوں پر کہ جن احکام کو آپ نے رواج دیا اور شائع فرمایا اُن کو آج خود ہم مسلمان پس پشت ڈال رہے ہیں اور دینداری کو خود اہل دین کی بداطواری دنیا میں ذلیل و خوار کر رہی ہے بھائیو میدان حشر ایک روز ضرور قایم ہوگا اور ہم گنہگار اُس روز آپ کی شفاعت کا سہارا لیں گے پھر اُس وقت آپ کو کیا منہ دکھائیں گے۔ اگر ہم کو قیامت کے آنے کا یقین ہی تو کچھ تو اپنے دل کو صاف، اطوار کو پسندیدہ کرنا چاہیئے۔ احادیث سے یہ بھی

ثابت ہے کہ اُمت کے حالات فرشتے قبر شریف میں حضرت سرورِ عالم کے سامنے برابر پیش کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے افعال خاطرِ اقدس کو کیسا ملول کرتے ہوں گے اور ہماری بداطواریاں سنکر کیسا صدمہ قلبِ مبارک کو ہوتا ہوگا۔ اگر کفار نے آپکو اذیت دی تو وہ اتنی قابلِ ملامت نہ تھی جتنی وہ اذیت ہے جو خود اہلِ دین حضرت سرورِ عالم کی روحِ اطہر کو پہنچا رہے ہیں۔ سنہ۱۰ھ میں آپنے اخیر حج ادا فرمایا جس کا نام حجۃ الوداع ہے۔ ایک لاکھ سے زائد مسلمان عرفات پر موجود تھے۔ آپنے جو خطبہ حج کے دن فرمایا اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ "اے آدمیو! یہ میرا قول سنو کیونکہ شاید میں اس سال کے بعد تم سے اس جگہ کبھی نہ ملوں گا۔ اے آدمیو! تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر ایسے ہی حرام ہیں جیسا آج کا دن محترم ہے۔ اے لوگو! شیطان اس سے تو مایوس ہوگیا کہ اس سرزمین میں اُس کی عبادت ہو۔ البتہ اُس کی اطاعت اور اور باتوں میں کیجائے گی۔ میں عورتوں کے بارے میں تم کو یہ نصیحت کرتا ہوں کہ اُن سے نیکی کرو" اس حج کے بعد آپ مدینۂ طیبہ کو واپس تشریف لائے اور ۱۱ھ کے ربیع الاوّل میں رحلت فرمائی۔

باب پنجم

علمائے سلف

ہماری قومی زبان اُردو کے مشہور مصنف جناب مولانا مولوی محمد حبیب الرحمن خاں صاحب شروانی کی نہایت مقبول تصنیف "علمائے سلف" (جو عربی کی مستند ترین تاریخی کتابوں کے تقریباً چھ ہزار صفحات کے عمیق مطالعہ کا نتیجہ ہے) بغرض فروخت موجود ہے۔ اس کتاب سے ایک نظر میں معلوم ہو سکتا ہے کہ اپنے عروج کے زمانہ میں مسلمانوں کے اندر علم کا کس قدر ذوق تھا۔ اور مسلمان علما کی پبلک اور پرائیویٹ زندگی کی کیا کیفیت تھی مختصر یہ ہے کہ ایسی کتاب دنیا کی کسی زبان میں آج تک نہیں لکھی گئی۔ کتاب کی خوبی صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ قیمت صرف بارہ آنے مع محصول ڈاک۔

خواتین

ابتدائے اسلام سے آج تک جس قدر نامی گرامی خواتین اسلامیہ گذری ہیں تقریباً ان سب کے حالات نہایت عمدگی کے ساتھ بہ ترتیب زمانہ مرتب کئے گئے ہیں۔ عہد نبوت سے لیکر آج تک کی ۳۳ تینتیس خواتین کے مشرح اور مفصل سوانح اس میں موجود ہیں۔ علیا حضرت بیگم صاحبہ بھوپال کے بھی حالات موجود ہیں۔ ہر ایک مسلمان گھرانہ میں اس کتاب کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ قیمت (عہ)

حیات حافظ

خواجہ حافظ کے نام سے بچہ بچہ واقف ہے۔ اہل دل ان کے کلام پر وجد کرتے ہیں لیکن اُن کے خیالات بہت کم لوگوں کو معلوم ہوں گے اس کتاب میں خواجہ حافظ کی زندگی کے تمام حالات جو مل سکے ہیں درج کئے گئے ہیں۔ اُن کی شاعری پر مفصل بحث کی گئی ہے۔ اُن کے تصوف اور صوفیانہ کلام کے دلچسپ اسرار بیان کئے گئے ہیں۔ اور اُن کے دیوان سے جس قدر فالیں نکالی گئی ہیں اور وہ سچی ثابت ہوئیں وہ سب درج کی گئی ہیں۔ اہل دل، اہل مذاق اہل علم اور شعراء کو اس کا دیکھنا واجبات سے ہے۔ قیمت ایک روپیہ۔

ملنے کا پتہ۔ منیجر صاحب انسٹیٹیوٹ پریس علی گڑھ